قرآن کریم اور سُنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بیّنات

جلد: ۸۷ شمارہ: ۹

رمضان المبارک: ۱۴۴۵ھ - اپریل: ۲۰۲۴ء

قیمت فی شمارہ: ۶۰ روپے، زرِ سالانہ: ۷۰۰ روپے

مُدیر / مُدیر مسئول

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر معاوِن

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفیق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

کیا سپریم کورٹ، اسلامی ریاست اور آئینِ پاکستان کے نہ ماننے والوں سے راہنمائی لے گی؟	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ بنام حضرت بنوریؒ	۸	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس	۱۲	حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ
اکابر کی عجز و انکساری!	۲۲	مولانا محمد راشد شفیع
حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ ... اور عقیدۂ نزولِ مسیحؑ ... ایک فریب کا تحقیقی جائزہ	۲۵	مولانا عمران جلیل
سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ... اور داعیِ اسلام کی دس صفات	۳۶	مولانا محمد نعمان خلیل
کرپٹو کرنسی کی ماہیت و حقیقت	۴۳	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یادِ رفتگان

والدہ ماجدہؒ کی رحلت	۵۶	مولانا طیب عبدالرزاق لدھیانوی

دار الافتاء

روزہ، اعتکاف اور عید سے متعلق چند اہم مسائل و احکام روزہ میں کان، ناک، آنکھ، وغیرہ میں دوا ڈالنا اور انجکشن لگانا مصلّٰی میں نفلی اعتکاف ... خواتین کے اعتکاف میں جگہ کی تعیین اعتکاف کے دوران ناخن، زیرِ ناف بال کاٹنا اور غسلِ جمعہ کا حکم بیت الخلاء جا کر سگریٹ پینا ... عید کے دن کے مختلف اعمال	۵۸	ادارہ

نقد و نظر

استعارۂ علم و عمل (بیاد: مولانا محمد قاسم العباسیؒ)	۶۴	ادارہ

ے

کیا سپریم کورٹ

اسلامی ریاست اور آئینِ پاکستان کے نہ ماننے والوں سے راہنمائی لے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفی

۶؍فروری ۲۰۲۴ء کو ہمارے ملک پاکستان کی سپریم کورٹ نے ایک شخص مبارک احمد ثانی قادیانی کے مقدمہ کے متعلق جو فیصلہ دیا، وہ فیصلہ کئی پہلوؤں اور کئی اعتبار و جہات سے آئین و قانون کے ماہرین کے علاوہ دینی و مذہبی حلقوں میں بھی زیرِ بحث اور تشویش کا باعث ہوا ہے، جس پر ملک بھر میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ سپریم کورٹ نے ایک پریس ریلیز جاری کی، (اس میں بھی تاریخ غلط ۲۲؍فروری ۲۰۲۲ء درج کی، حالانکہ یہ سال ۲۰۲۴ء ہے) اور اپنے تئیں اس تشویش کو کم کرنے کی کوشش کی اور اس میں کہا کہ: ’’افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں اور اسلامی احکام بھلا دیئے جاتے ہیں۔ فیصلے میں قرآن مجید کی آیات اس سیاق وسباق میں دی گئی ہیں۔‘‘

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ سپریم کورٹ کا ماتحت عدالتوں کو عقیدے کے متعلق بہت زیادہ احتیاط سے کام لینے کی ہدایت اور اس کے لیے ان آیات سے استدلال بے موقع، بے محل اور سیاق وسباق سے بالکل ہٹ کر ہے، جس کے لیے مستند تفاسیر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ پیراگراف نمبر ۶ میں درج آیت ’’لَا اِکْرَاہَ فِي الدِّیْنِ‘‘ (کہ دین میں جبر نہیں) اول تو اس آیت سے استدلال ہی بے محل ہے، آیت میں ’’اِکْرَاہ‘‘ سے مراد زبردستی کسی انسان کو اسلام قبول کروانے کی ممانعت ہے، جب کہ یہاں مسئلہ کفر کو

اسلام کہنے کا ہے، اور خود ساختہ مذہب کو دینِ اسلام کا درجہ دلوانے کا ہے۔

دوم یہ کہ احتیاط کا عنوان تو معاملے کی حساسیت اور سنگینی کی رعایت کرنے کا متقاضی تھا، لیکن مذکورہ فیصلے میں احتیاط کی تشریح ''لَا إِكْرَاهَ'' سے کرنا احتیاط کی بجائے بے احتیاطی کی دعوت یا اجازت ثابت ہو رہی ہے، یعنی ایک طرف جہاں ایف-آئی-آر میں 298-سی اور 295-بی کے عدمِ ذکر کی فرضی آڑ میں ملزم کا اِلزام ہٹا دیا گیا تو دوسری طرف پیراگراف ۶-۱۰ تک امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کے معروف قانون کے مقابلے میں مجرم کو فائدہ پہنچانے کا تأثر اور اگلے مرحلے میں ایسے جرائم کے ارتکاب کے لیے حوصلہ افزائی کا واضح نقصان نظر آرہا ہے۔

الغرض مذکورہ فیصلے میں اس صریح قرآنی حقیقت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہماری مسلم قوم کے فطری جذبات اور مذہبی تصلب کو غصہ کے کھاتے میں ڈالنا' نہ صرف یہ کہ زیادتی ہے، بلکہ معزز عدالتی فیصلوں میں اس قسم کے رویوں سے شرعی اور آئینی مجرم کی دادرسی کا بے تکا تأثر بھی اُبھرتا ہے اور قرآن وسنت میں تحریفات کرنے والوں کو صرف آخرت میں جواب دہی کی اسکیم کے حوالے کر کے دنیا کی سزا سے استثناء کا حق ملتا ہے اور اس فیصلے کی رو سے 298-سی اور 295-بی کی دفعات ہمیشہ کے لیے غیر مؤثر قرار پائیں گی۔

نیز دوسری آیت ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ'' سے جج صاحب نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم معاشرے میں تحریف کی اجازت ہو اور تحریف سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، بلکہ قرآنی سیاق میں تو تحریف کو غیر مؤثر بنانے کا حکم ہے اور تحریف کے خلاف' حفاظتی انتظامات اور اسباب بندی کا بیان ہے، جب کہ آیت سے استدلال اس کے برعکس کیا جارہا ہے، اگر اس استدلال کو درست مانا جائے، تو پھر تمام سیکیورٹی اداروں کو بھی ختم کر دینا چاہیے، اس کے لیے نصِ قرآنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ انسانوں کی حفاظت کا انتظام فرما رکھا ہے، لہٰذا قرانی آیات سے ایسے بے معنی استدلالات' تحریفِ معنوی کے زمرے بھی میں آسکتے ہیں، جس سے مسلمانوں کو اجتناب کا حکم ہے۔

سپریم کورٹ کی پریس ریلیز میں مزید کہا کہ:

''۲- فیصلے میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے متعلق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی جو دفعات نقل کی گئی ہیں، ان میں واضح طور پر یہ قید موجود ہے کہ یہ حقوق: ''قانون، امنِ عامہ اور اخلاق کے تابع'' ہی دستیاب ہوں گے۔

۳:- آئین کی دفعہ ۲۰ کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

’’قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع:

(اے) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسے بیان کرنے کا حق ہوگا اور

(بی) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کے انتظام کا حق ہوگا۔ اس نوعیت کے ایک مقدمہ میں سپریم کورٹ کا پانچ رکنی بینچ اس موضوع پر پہلے ہی تفصیلی فیصلہ دے چکا ہے۔ ظہیرالدین بنام ریاست ۱۹۹۳ء ایس، سی ایم آر ۱۷۱۸ جس سے موجودہ فیصلے میں کوئی انحراف نہیں کیا گیا۔ ...۔‘‘

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ وضاحت اس پریس ریلیز میں کی گئی ہے، لیکن اگر فیصلہ کی عبارت سامنے رکھی جائے تو اس میں بجا طور پر یہ تأثر اُبھرتا ہے کہ سپریم کورٹ نے اس قادیانی ملزم کو مذہبی آزادی دینے کی بات کی ہے۔ حالانکہ قادیانیت‘ آئین، قانون اور سپریم کورٹ ۱۹۹۳ء کے پانچ ججوں کے فیصلے کے مطابق کوئی مذہب نہیں، بلکہ یہ ایک گروپ ہے جو جعل سازی سے مسلمانوں کے حق کا استحصال کر رہا ہے۔

اس قانون سے قادیانی گروہ‘ اس وقت فائدہ اُٹھا سکتا ہے جب وہ اسلامی شریعت اور ملکی آئین کے طور پر خود کو دیگر اقلیتی مذاہب کی طرح اپنی مخصوص شناخت کے ساتھ الگ مستقل فرقہ ڈکلیر کروائے، جب کہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس (مجموعہ تعزیراتِ پاکستان) کی شق 298-سی، (جو قادیانی فرقے کے کسی فرد کو بوجوہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے، کہلانے یا اپنے فرقے کی تبلیغ اور اشاعت کرنے سے روکتی ہے)، یہ قانونی شق‘ مذکورہ مذہبی آزادی کے قانون سے قادیانیوں کی تخصیص کرتی ہے، لہٰذا قادیانی گروہ کو دیگر غیر مسلم اقلیتوں کی مانند مذہبی آزادی کا عمومی حق دینا‘ مذہبی آزادی کے قانون کے تحت آئینی لحاظ سے بھی درست نہیں؛ کیوں کہ شریعت اور آئینِ پاکستان کی رو سے وہ بطور مذہبی گروہ ڈکلیر ہی نہیں ہیں، جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں اس گروہ کو کسی مذہبی فرقہ کی بجائے ’’قادیانی گروپ‘‘ کے عنوان سے درج کیا گیا ہے، مگر وہ آئین اور شریعت کو نہیں مانتے، اس لیے وہ زندیق ہیں، یعنی قادیانی گروہ شریعت اور آئین کی رو سے کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور اپنی تحریفات کو قرآنی مدلول باور کرانے اور اپنے قادیانی پیشوا کی شیطانی باتوں کو وحیِ الٰہی ماننے کے مجرم ہیں۔ اگر وہ اپنی اس خرافاتی حیثیت کا اعتراف کریں، اور اہلِ اسلام سے جداگانہ شناخت کے ساتھ اپنا مذہبی حق مانگیں، تو انہیں غیر مسلم اقلیتی گروہ کے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔

لہٰذا جو گروہ اپنے مذہبی حق کے حصول کے لیے شریعت اور آئین کے بنیادی تقاضے پورے نہیں

کرتا، اسے ہر حال میں مذہبی حق سے نوازنے کے فیصلے کا تأثر دینا بجا طور پر معنی خیز قرار دیا جائے گا۔

پیراگراف ۱۰ کا متن ہے: ''اگر ریاست کے ذمہ داران قرآن پاک پر عمل کرتے، آئین پر غور کرتے اور قانون کا جائزہ لیتے تو مذکورہ بالا جرائم پر ایف-آئی-آر درج نہ ہوتی۔''

اس عبارت سے بادی النظر میں یہ تأثر عام ہو رہا ہے کہ مجرم مبارک احمد ثانی قادیانی کا تحریفات پر مبنی قادیانی تفسیر کی اشاعت کرنا، تبلیغ کرنا، تعلیم دینا، کھلے عام تقسیم کرنا، کوئی قابلِ اشکال امر ہی نہیں اور ریاستی اداروں کا اس عمل کی روک تھام کرنا، قرآن پاک پر عمل کی خلاف ورزی ہے اور آئین سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے، جب کہ حقیقت میں مذکورہ قضیے میں پہلے تو اس طرح کی غیر ضروری ابحاث کی طرف جانا نہ صرف یہ کہ بے محل ہے، بلکہ قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واجبی تعلق سے محرومی کی دلیل بھی ہے۔

دوسرا یہ کہ ہر قضیے میں ریاست کا مدعی ہونا ضروری نہیں ہوتا، اگر خدانخواستہ قرآن مقدس، تحریفات کی نذر ہو رہا ہو اور ریاست مدعی نہ بنے تو کیا تحریفات کے خلاف کوئی فرد یا طبقہ آواز نہیں اُٹھا سکتا؟ یا ریاست کے حرکت میں آنے کا انتظار کرنا پڑے گا؟ اگر ریاست خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہو تو فطری جذبات کے تحت مسلم عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کے مواقع ملنا درست ہوگا؟

آخر میں ہم عرض کریں گے کہ سپریم کورٹ کے اس پریس ریلیز اور اس میں آئین کی دفعہ ۲۰ کا حوالہ دے کر بتایا گیا ہے کہ یہ آزادی، قانون، امنِ عامہ اور اخلاق کے تابع ہوگی۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارا تمام ملکی انتظام چاہے وہ مقننہ ہو، عدلیہ ہو یا انتظامی ادارے ہوں سب آئین اور دستور کے پابند ہیں اور اسی دستور نے اپنے طریقہ کار کے مطابق کسی کو صدر، کسی کو وزیراعظم، کسی کو وزیر اعلیٰ یا کسی کو جج، کسی کو چیف جسٹس جیسے عہدے عطا کیے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے دوبارہ سماعت کے لیے جن اداروں سے اس فیصلے کے بارہ میں آراء مانگی ہیں، اس میں جاوید احمد غامدی صاحب کے ادارے اور اس کی فکر کے زیرِ اثر دیگر اداروں کو قادیانی ملزم کے فیصلے میں ''شرعی نقطۂ نظر'' بتانے کا موقع دے کر عدالت نے اپنے اس احسن اقدام کو بھی محلِ بحث بنا دیا ہے؛ اس لیے کہ ''المورد'' اور اس کی فکر سے اثر آلود ادارے اس حوالے سے کئی تضادات اور اشکالات کا پہلے سے مورد چلے آ رہے ہیں، بالخصوص وہ ریاست کے لیے مذہبی بنیادوں کے قائل نہیں ہیں، مذہب کو پرائیویٹ ترجیح کا درجہ دیتے ہیں، جاوید احمد غامدی جو کھلے الفاظ اور انداز میں بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں کہہ چکا ہے کہ: ''ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا'' کیا اس کا یہ کہنا آئین کی دفعہ: ۲ کا انکار نہیں، جس میں کہا گیا ہے کہ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا؟! اسی طرح آئین کی دفعہ (۲۰) جس میں مذہبی آزادی بھی اس آئین اور قانونِ پاکستان کے تابع ہوگی، اس کی یہ خلاف ورزی نہیں؟!

مزید یہ کہ سپریم کورٹ کو خود اس آئین وقانون نے فیصلے کا حق دیا ہے اور وہ اس قانون اور آئین کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہے تو جو لوگ اس آئین اور قانون کو نہیں مانتے، ان سے رائے طلب کرنا کس آئین اور قانون کے مطابق ہوگا؟! اسی طرح اس فکر کے لوگ قادیانیوں کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے، جب کہ قومی اسمبلی نے ان کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور انہی کے دجل اور فریب کو روکنے کے لیے امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۴ء جاری کیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اور آئینِ پاکستان کے ماننے والے مسلمانوں کے مسلمہ مسالک اور اسلامی نظریاتی کونسل (جو آئینی ادارہ ہے) سے تو اس مسئلہ میں راہنمائی لی جائے، لیکن ایسے لوگ جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور ریاست کے اسلامی ہونے کو نہیں مانتے یا قادیانیوں کو آئین کے مطابق غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کو نہیں مانتے، ان سے رائے بالکل نہ لی جائے، ورنہ ایسا اُلجھاؤ پیدا گا اور مسلمانوں کی طرف سے ایسا ردِ عمل آئے گا جو کسی کے لیے سنبھالنا مشکل ہوگا، ولا فعل اللہ ذٰلک.

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے، اس پر ثابت قدم رہنے اور صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نفس، شیطان اور فتنہ پروروں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

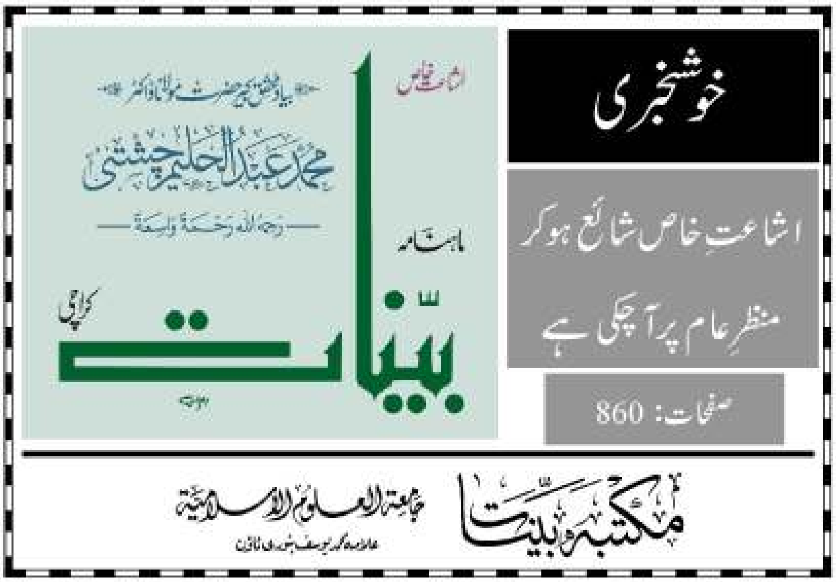

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم و مُخلصم مولانا المحترم! دُمتم بالسیادة والمجد والإکرام، ومتّعنا الله بِطُولِ حیاتِکم الطیبة!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ

کرم نامہ صادر ہوا، بڑی مسرت ہوئی کہ جلد یاد فرمایا، اور کتاب (انوار الباری) کے بارے میں بھی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں نے غالباً پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ کو میرے اس کام میں خاص توجہ فرما کر مدد کرنی ہوگی۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں، مگر اپنے تعلقات پر اعتماد کرتے ہوئے غالباً میری یہ توقع یا جسارت بے جا نہیں ہے۔

میں بجنور چلا گیا تھا، اس لیے فوراً جواب نہ لکھ سکا، کل آپ کی تحریر فرمودہ فروگزاشت کے لیے مراجعت کی۔ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کے بارے میں (ص:۳۹) میں نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ ومسلمؒ نے ان سے روایت کی ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے ’’الأدب المفرد‘‘ میں اور مسلمؒ نے ’’صحیح‘‘ میں روایت کی ہے۔ ’’تھذیب‘‘ (’’تھذیب التھذیب‘‘) میں بھی ’’بخ‘‘ اور ’’م‘‘ کے نشان موجود ہیں۔

اس لیے جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی درست ہے؛ کیونکہ ’’صحیح بخاری‘‘ میں ان سے روایت نہیں ہے، اگرچہ اقوال اس میں بھی موجود ہیں۔ ’’قال حماد‘‘ سے نقل کرتے ہیں، جس پر (مولانا محمد انور) شاہ صاحب (کشمیری) کے ’’ملفوظات‘‘ (ملفوظاتِ کشمیری) میں، (اور) میں نے کچھ

’’نقش‘‘ میں لکھا بھی تھا، غالباً ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ ایک ’’قال حماد‘‘ تو (ص:۳۰۶) بخاری میں ہے، اور وہ یہی حماد ہیں۔ میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ کے شیوخ میں (سے) ہیں۔ اُمید ہے کہ پوری کتاب (حصہ اول، ’’انوار الباری‘‘) جلد ملاحظہ فرما کر مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید کریں گے؛ تاکہ دوسرے حصے میں ان کی رعایت ہو۔

اس (مقدمہ ’’انوار الباری‘‘) میں امام بخاریؒ سے اب تک کے اکابر محدثین کے تذکرے آئیں گے۔ مولانا ابوالوفاء صاحب (افغانی) نے بھی حیدر آباد سے تذکروں کے قیمتی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ ’’ذيول تذكرة الحفاظ‘‘ علامہ (محمد زاہد) کوثری کی تعلیقات والے یہاں کہیں نہیں ہیں، ورنہ ان سے مزید حالات لیے جاتے۔ حضرت (مولانا محمد انور) شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات صرف علمی، بلکہ محدّثانہ رنگ کے لکھوں گا، اور خصوصی تلامذہ کے تذکرہ میں آپ کا بھی ذکر آئے گا، ورنہ یوں زندہ حضرات کے تذکرے کم آئیں گے بجز چند کے، جیسے: شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا کاندھلوی) سہارن پوری، مفتی (مہدی حسن شاہ جہان پوری) صاحب، وغیرہ، مولانا (محمد ادریس) کاندھلوی، مولانا فخر الدین (مراد آبادی) صاحب۔ آپ حضرات کا تذکرہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ آئے گا۔ امید ہے کہ آپ بھی اس خیال سے اتفاق کریں گے، جو رائے ہو لکھیے گا۔

بعض حضرات نے خواب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ دار العلوم (دیوبند) میں پھر تشریف لائے، اور دار الحدیث میں درس دیا، سامنے ’’انوار الباری‘‘ بھی ہے، اس کو وہیں مطالعہ فرما کر تحسین کی، اور یہ بھی فرمایا کہ: ’’اس (مرتّبِ کتاب) کو یہ کام پہلے سے کرنا چاہیے تھا۔‘‘ اور یہ بھی فرمایا کہ: ’’ترمذی کا (کام) بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔‘‘ خواب کی بات ہی کیا؟! تاہم عجب نہیں کہ خدا محض اپنے فضل سے ان حضرات کی توجہات کا کچھ حصہ اس طرف مبذول کرادے، اور اس ظلوم وجہول سے محض اس کی توفیق سے کچھ کام ہوجائے، ورنہ آپ حضرات کی موجودگی میں اس طرف قدم بڑھانا میرے لیے کہاں موزوں تھا؟!

دسویں صدی تک حالات کی کتابت ہوچکی ہے، اس حصہ میں تقریباً چارسو محدثین آئیں گے۔

ایک بات خاص طور سے جلد غور فرما کر مجھے لکھیے: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (دہلویؒ) کے حالات میں علامہ کوثریؒ کی تنقید نقل کروں یا نہیں؟[1] مولانا ابوالوفاء اور مفتی (مہدی حسن) صاحب کی تو رائے ہے کہ علامہ کوثریؒ کے حوالہ سے نقل کردو۔ آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ زیادہ تردّد صرف عالمِ

(۱) علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي‘‘ کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض آراء پر تنقید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مثال کے مسئلہ سے ہے کہ بظاہر کوثری صاحبؒ نے اس سے انکار کیا ہے، اور ہمارے حضرات اس کو مانتے آئے ہیں، اور ماننا بھی چاہیے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ کوثری صاحب اس ''اصطلاح'' (عالمِ مثال) پر نکیر کرتے ہوں، یوں حقیقت کے معترف ہوں۔ اور ''عبقات'' (شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) میں بھی اس اصطلاح سے انکار ہوسکتا ہے، مگر حقیقت کا وجود ماننا پڑے گا۔ آپ نے کوثری صاحبؒ سے کچھ زبانی بھی سنا ہوگا، یا کسی جگہ انہوں نے اس کے بارے میں اپنے خیالات لکھے ہوں تو اس کی نشان دہی کر دیں۔

دوسری (بات) یہ کہ کوثری صاحب کے حالات میں اگر کسی خاص خاص مسئلہ میں واقعی غلطی یا بے جا تشدد ہوا ہے تو اس کو بھی ہمیں لکھ دینا چاہیے، اور ان کی تعیین بھی آپ فرما دیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے حالات میں' میں نے ان کے تفرّدات پر اپنے اکابر کی تنقید لکھ دی ہے، اور دوسرے کمالات بھی بطورِ مدح لکھ دیئے ہیں۔ مسائل پر بحث شرح میں آئے گی۔ نیز میں نے ان حضرات سے فقہی مسائل میں ان کی تائید واتفاق سے فائدہ بھی اٹھایا ہے، جیسا کہ امام صاحب (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کی مدح میں ابن تیمیہؒ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ اپنی رائے لکھیے گا۔

امام بخاریؒ کے اس قدر زیادہ امام صاحبؒ وغیرہ سے بُعد وتنفّر کی معقول وجہ اب تک نہ ملی، اس پر بھی آپ روشنی ڈال دیتے تو اچھا ہوتا۔

ابن حزمؒ کی درازلسانیوں کا بھی کچھ جواب دینا ہے، ''القدح المعلّى لردّ المحلى''[1] تو ملتی نہیں، کسی اور جگہ سے سامان (متعلقہ مواد) مل سکے تو اس کی نشان دہی کریں۔

افسوس ہے کہ زیادہ ضرورت کے وقت آپ سے مستفید ہونے سے معذور ہوں، تاہم آپ کے کچھ اشارات، نشان دہی، اور خاص معاملات میں صرف رائے بھی کافی ہے، اس لیے تکلیف دیتا ہوں۔ والله يُعينكم و ينصركم و يبارك في علمكم وعمركم!

افسوس کہ ''عبقات'' (مطبوعہ: مجلسِ علمی) میں مہم اغلاط رہ گئیں، اور مطبوعہ نسخہ میں بھی تھیں، بطور مثال کچھ دیکھے ہوئے حصہ سے چند اغلاط لکھ کر مولانا طاسین صاحب کو بھیج دی ہیں۔

ارادہ ہے کہ چند روز کے لیے لائل پور (حال فیصل آباد)، بہاولپور، کراچی کا سفر کروں۔ بہاولپور سے مولانا ناظم صاحب وغیرہ بھی بلا رہے ہیں، اور توقع دلاتے ہیں کہ (کتابوں کے) کئی سو خریدار کرادیں گے۔ مولانا محمد انوری صاحب (تلمیذ علامہ کشمیریؒ، مقیم فیصل آباد) نے بھی خریدار بھیجے،

---

(۱) بعینہ اس نام سے کوئی کتاب تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہیں ملی، البتہ اس کے قریب قریب نام کی ایک اور کتاب ہے: ''القدح المعلى في الكلام على بعض أحاديث المحلّى'' یہ کتاب قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور حلبی کی ہے، ممکن ہے یہی کتاب مراد ہو، نیز ''القِدح المعلّى في إكمال المحلّى'' کے نام سے محمد بن خلیل عبدری رحمۃ اللہ علیہ کا تکملہ بھی ہے۔

یوں بھی اس وقت زیادہ تر خریدار پاکستان کے ہی ہیں۔

علامہ کوثریؒ کی ’’التاج اللُّجيني‘‘[(۱)] آپ کے پاس ہے یا نہیں؟ عینیؒ کے شروع میں جو اس کا خلاصہ بطور مقدمہ ہے، اس سے حالات لیے ہیں، اور بھی چند تصانیف نہیں ہیں، کیا سب کہیں سے ملتی ہیں؟ ’’مقالات‘‘ (مقالات الكوثري) تو میں نمنکانی (مصر کے مشہور عالم اور کتب فروش) سے لے آیا تھا۔

مولانا طاسین صاحب سے فرمایئے کہ مقدمہ (انوار الباری) پر رسائل و اخبارات میں تبصرہ کرا دیں، جیسا کہ انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا، اس کے لیے جس جس کو وہ لکھیں گے کتاب بھیج دوں گا۔ ایک شخص کو صرف ایک کتاب جاسکتی ہے۔ بچوں کی عافیت، اپنی صحت وغیرہ سے مطلع فرماتے رہیں، اور درازنفسی کو معاف کریں۔

والسلام
احقر احمد
دیوبند
۶/ دسمبر سنہ ۶۱ء

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

(۱) مکمل نام ’’تذهيب التاج اللُّجيني في ترجمة البدر العيني‘‘ ہے، یہ رسالہ ’’دارُ النور المبين‘‘ اُردن اور دیگر اداروں سے شائع ہو چکا ہے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس

مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

سن ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں طلبۂ دورہ حدیث کو بخاری شریف کا آخری حدیث کا درس دیا اور فضلاءِ کرام کو بیش قیمت نصائح سے نوازا، نیز حدیث کی درسی اَبحاث کے ساتھ ساتھ دین کے نام پر اُبھرنے والے بعض فتنوں کی نشاندہی فرمائی اور ان سے نجات کا حل بھی بتایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی مکمل تقریر تخصصِ علومِ حدیث کے طالب علم مولوی محمد طیب حنیف نے ریکارڈنگ کی مدد سے قلم بند کی ہے، جسے افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حدیث کا متن

’’عن أبي هريرة -رضي الله عنه-، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:
’’كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ:
سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ.‘‘(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو (اس سے قبل) دو مواقع پر ذکر کر چکے ہیں: ’’كتاب الدعوات‘‘ میں اپنے استاذ ’’زہیر بن حربؒ‘‘ کے حوالہ سے نقل کیا ہے (۲)، جبکہ كتاب الأيمان والنذور میں ’’قتیبہ بن سعید بغلانیؒ‘‘ کی سند سے نقل کیا ہے (۳)، مگر یہاں (کتاب کے آخر میں) احمد بن اشکابؒ کے طریق سے روایت ذکر فرمائی ہے۔

آخری حدیث کو احمد بن اشکابؒ کے طریق سے نقل کرنے میں نکتہ

ہمارے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ دورانِ درس اس حوالے سے عجیب نکتہ بیان فرماتے تھے کہ: ’’دراصل اس

میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے مناسبت کی رعایت کی ہے، آخری حدیث کے استاذ احمد بن اشکابؒ کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے خود لکھا ہے کہ: ''یہ میرے آخری استاذ ہیں، جن سے میری ملاقات مصر میں ہوئی۔'' عبارت یوں ہے: ''آخر ما لقیتهٗ بمصر'' اس بات کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''تهذيب التهذيب'' میں لکھا ہے۔(۴) حافظ ابن حبانؒ نے مزید لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ان شیخ کا انتقال اسی سال (سن ۲۱۷ھ) میں ہوگیا تھا۔(۵) چنانچہ اسی مناسبت کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب کے آخر میں ان استاذ کے طریق سے پیش کیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو اپنے شیخ ''یوسف بن عیسیٰ'' کے طریق سے نقل کیا ہے، اور اس پر ''حسنٌ صحيحٌ غريبٌ'' کا حکم لگایا ہے(۶)، یہ بات میں نے آپ حضرات کے سامنے سننِ ترمذی کے دورانِ درس بیان کی تھی، اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس حدیث سے متعلق شارحین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث چار درجوں میں غریب ہے۔

کیا غرابت، صحت کے منافی ہے؟

علماء نے اس میں بھی مناسبت ذکر کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کی پہلی حدیث ''إنما الأعمال بالنيات'' کو ذکر کیا، جو اصطلاحِ محدثین میں ''غریب''(۷) تھی، اور یہ آخری حدیث بھی چار طبقوں میں غریب ہے۔(۸) اس سے معلوم چلتا ہے کہ غرابتِ حدیث سے ضعف لازم نہیں آتا، یہی وجہ ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''لامع الدراري'' (کے حاشیہ) میں لکھا ہے کہ ''غرابتِ حدیث'' صحتِ حدیث کے منافی نہیں ہے، لہٰذا غریب حدیث بھی پایۂ صحت کو پہنچ سکتی ہے، اگرچہ غریب کبھی شاذ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔''(۹)

ترمذی کے درس کے دوران میں نے آپ حضرات کے سامنے ذکر کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے غرابت کے مختلف معانی و اطلاقات ذکر کیے ہیں، چنانچہ بسا اوقات سند میں ایسا لفظ ادا ہوتا ہے جس کی وجہ سے غریب کہا جاتا ہے، اور کبھی متن میں بعض الفاظ کی بنا پر غریب کا اطلاق ہوتا ہے۔ الحاصل حدیث کی غرابت سے اس کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔

ذرا غور کریں! بخاری شریف کی پہلی اور آخری دونوں روایات غریب ہیں، اس حوالہ سے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے بہت عجیب بات لکھی ہے کہ: ''ہدایہ پڑھنے والے طلبہ حنفی مستدلات پر پیش کردہ احادیث کی صحت کے حوالہ سے حاشیہ دیکھتے ہیں تو وہاں ''غریب'' لکھا ہوتا ہے، تو یہ بات جان لینی چاہیے

کہ وہ حدیث ذکر کردہ الفاظ سے غریب ہوتی ہے، مگر اس کا معنی ومفہوم کتبِ حدیث میں ملتا ہے۔‘‘(۱۰)

رواۃِ سند کا اجمالی تعارف اور باطل فرقوں کی دسیسہ کاری

سند میں ابوزرعہؒ، ان کا نام ہرم ہے، یہ طبقۂ تابعین میں سے ہیں (۱۱) ۔ ابوزرعہ رازی مشہور جو امام ترمذیؒ کے استاذ ہیں: ’’عبیداللہ بن عبدالکریم‘‘ وہ تو بعد کے دور کے ہیں۔ انہوں نے حدیث کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، جن کا نام ’’عبدالرحمٰن بن صخر‘‘ تھا، جن کو حفاظِ حدیث کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے، اللہ رب العزت نے حفظِ حدیث میں خاص ملکہ سے نوازا تھا۔

ہمارے زمانے میں شیعہ ومستشرقین جو مختلف اسلامی علوم وفنون سے متعلق لکھتے ہیں، یہ دونوں گروہ دو آدمیوں سے بہت خفا ہیں: (۱) ابوہریرہؓ (۲) ابن شہاب زہریؒ سے۔

حضرت ابوہریرہؓ تو صحابیت کے شرف سے ممتاز ہوئے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو سینے سے لگانے سے حفظِ حدیث کا عالی رتبہ اُن کو نصیب ہوا (۱۲) ، اور ابن شہابؒ کا مقام امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک دراہم ودنانیر کی حیثیت بکری کی مینگنیوں کے برابر تھی (۱۳) مگر ذکر کردہ دونوں جماعتوں کے افراد ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ بنواُمیہ کے لیے احادیث گڑھتے اور بناتے تھے۔ یہ سب جھوٹے افسانے احادیث کی صحت وحجیت کو مشکوک ٹھہرانے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

شرحِ حدیث

آپ حضرات واقف ہوں گے کہ ان جملوں میں ’’کلمتان‘‘ خبر مقدم ہے اور آگے جملہ ’’سبحان الله وبحمدہٖ سبحان الله العظيم‘‘ مبتداء مؤخر ہے، یہی جمہور کا موقف ہے، اگرچہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ (۱۴) مگر راجح قول پہلا معلوم ہوتا ہے، چونکہ نحو کی کتب میں ضابطہ درج ہے کہ جہاں خبر طویل ہو تو اس کو مقدم کر دیا جاتا ہے، اور اس کی مثال ’’مختصر المعاني‘‘ میں شعر کی صورت میں ذکر ہے۔ (۱۵) مگر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس سے زیادہ واضح مثال ہے۔ شعر یوں ہے:

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا
شَمْسُ الضُّحٰى وَ اَبُوْ إِسْحَاقَ وَ الْقَمَرُ

’’تین چیزیں دنیا کو اپنی رونق سے روشنی بخشتی ہیں، چڑھتے دن کا سورج، ابواسحاق (ممدوح) اور چاند‘‘۔ (۱۶)

یہاں مصرع اول ’خبر مقدم، جبکہ مصرع ثانی ’مبتداء مؤخر ہے۔ اس تقدیم وتاخیر کا مقصد خبر کی جانب

تشویق وترغیب ہوتا ہے، چنانچہ جب ارشاد فرمایا کہ: ''دو کلمے رحمٰن کو محبوب ہیں، زبان پر ہلکے اور میزانِ عدل میں انتہائی بھاری ہیں، اب خبر کی جانب شوق ورغبت پیدا ہورہا ہے، وہ کلمات کیا ہیں؟ : ''سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم.''(۱۷)

عملِ قلیل پر اجرِ جزیل

''حبیبتان إلی الرحمٰن'': یہاں ایک لطیف مناسبت کی جانب شراحِ حدیث نے اشارہ کیا ہے کہ یہاں اللہ رب العزت کے متعدد اسماء کی جگہ ''رحمٰن'' کا انتخاب کیا، چونکہ معمولی عمل پر اتنا بڑا اجر دیا جانا یہ حق تعالیٰ کی رحمت وشفقت کی بنا پر ہے۔(۱۸)

قرآن مجید ایک مؤثر معجزۂ الٰہی

''خفیفتان علی اللسان'': آج دنیا میں بے شمار لوگ باری تعالیٰ کی صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں، چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک کی آیات کو صفات واسماء پر ختم کیا ہے۔(۱۹) ایک دن میں ایک نومسلم کی کتاب پڑھ رہا تھا، جس کا عنوان یہ تھا کہ: ''میں مسلمان کیوں ہوا؟'' اس کتاب میں متعدد عیسائیوں کے قبولِ اسلام کا ذکر تھا، ان میں ایک نومسلم نے لکھا تھا کہ: ''میرے اسلام میں داخل ہونے کا سبب قرآن مجید ہے، چونکہ اس میں ہر آیت محکم اور حق تعالیٰ کی صفت پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔''

یہاں ایک اور بات شارحین نے ذکر کی ہے کہ: اس کلمہ ''خفیفة'' کو بغیر تاء پڑھنا بھی درست ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زبردست نکتہ پیش کیا ہے کہ: ''اگر کسی چیز کی توقع ہو تو اس کلمہ کو تاء سمیت ذکر کرتے ہیں، اور اگر وہ چیز ہوچکی ہوتی ہے تو اس کو بغیر تاء استعمال کرتے ہیں، اس کی مثال بھی پیش کی ہے کہ اگر کسی جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ ہو تو اس کو ''ذبیحة'' سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ عرب کہتے ہیں: ''خذ ذبیحتك'' یہ اس جانور سے متعلق کہا جاتا ہے جس کو ابھی تک ذبح نہ کیا گیا ہو، اور وہ جانور ذبح ہوجائے تو اس کو ''ذبیح'' کہتے ہیں۔ اسی طرح ''خفیف'' اور ''خفیفة'' دونوں طرح استعمال درست ہے۔''(۲۰)

خفّتِ کلمات سے متعلق توجیہات

شارح قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''چونکہ ان کلمات میں حروفِ استعلاء وشدت استعمال نہیں ہوئے، بلکہ یہ حروفِ مہموسہ ورخوت پر مشتمل ہیں، اس وجہ سے زبان پر ان کی ادائیگی سہل ہے۔(۲۱) بعض نے ذکر کیا ہے کہ ان میں اسماء الٰہی کا ذکر ہے، افعال کو ذکر نہیں کیا، اور زبان پر افعال کی ادائیگی زیادہ ثقیل ہوتی ہے،

پھر اسماء میں بھی غیر منصرف ذکر کرنے سے گریز کیا ہے۔

’’ثقيلتان في الميزان‘‘: یہاں وزن وسجع کی رعایت کی گئی ہے، سابق میں ’’خفيفتان‘‘ فرمایا، تو یہاں ’’ثقيلتان‘‘ ذکر کیا۔ (۲۲)

صفاتِ باری تعالیٰ کی اقسام

’’سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم‘‘ حق تعالیٰ شانہٗ کی صفات دو قسم کی ہیں: (۱) صفاتِ ایجابی، (۲) صفاتِ سلبی۔

جن صفات میں حق تعالیٰ شانہ سے نقص وعیوب کی نفی ہو، مثلاً جہاتِ ستہ، جسم وشراکت سے پاک ہونا وغیرہ، ان کو ’’صفاتِ سلبیہ وعدمیہ‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں، ان کو ’’صفاتِ جلال‘‘ بھی کہتے ہیں۔

ذکر کردہ کلمات کے آغاز میں حق تعالیٰ شانہ کی صفاتِ سلبیہ کو ذکر کیا، جبکہ ’’وبحمده‘‘ اس سے صفاتِ ثبوتیہ ووجودیہ کی جانب اشارہ کیا ہے، جن کو ’’صفاتِ جمال واکرام‘‘ بھی کہتے ہیں۔ (۲۳)

’’سبحان الله وبحمده‘‘ میں قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چار قول ذکر کیے ہیں:

① اسم مصدر، ② علَم مصدر تاکید، ③ مصدرِ نوعی، ④ مصدرِ مجاز بفعل۔ (۲۴)

مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبردست بات لکھی ہے کہ: ’’یہ اصل میں دو جملے ہیں، ’’أسبّح سبحانك‘‘ اور ’’أحمد حمدًا‘‘ میں آپ کی تسبیح بیان کرتا ہوں، میں اس کی اعلیٰ صفات سے حمد بیان کرتا ہوں۔‘‘ (۲۵)

اس کو دوسرے انداز میں یوں سمجھیں کہ ایک ’’تخلیہ‘‘ ہوتا ہے اور دوسرا ’’تحلیہ‘‘ ہوتا ہے، اب ’’سبحان الله‘‘ یہ تخلیہ ہے، اور ’’وبحمده‘‘ تحلیہ ہے، اور یہ ترتیب طبعی ہے کہ پہلے تخلیہ، تحلیہ پر مقدم ہو، چنانچہ پہلے صفاتِ سلبیہ سے پاک قرار دے کر اس کے لیے صفاتِ ثبوتیہ ووجودیہ سے متصف قرار دیا۔ (۲۶)

ایمان اُمید وخوف کے درمیانی حالت وکیفیت کا نام ہے!

اور پھر آخری جملہ ’’سبحان الله العظيم‘‘ ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بخاری شریف کی یہ آخری حدیث خوف ورجاء پر مشتمل ہے، چونکہ ’’رحمٰن‘‘ میں رجاء وامید، جبکہ ’’عظيم‘‘ میں خوف ہے، اور ایمان حقیقتاً اُمید وخوف کے درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ (۲۷)

ترمذی شریف، ’’کتاب الجنائز‘‘ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے پاس تشریف لائے، وہ مرض الوفات میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: كيف تجدك؟ طبیعت کیسی ہے؟ عرض کیا: بخدا اے

اللہ کے رسول! اللہ سے ثواب کی اُمید اور گناہوں سے ڈر محسوس کر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لا يجتمعان في قلب عبد في مثل هذا الموطن إلا أعطاه الله ما يرجو وآمنه مما يخاف.‘‘

ترجمہ: ’’جب کسی شخص کے دل میں ایسی حالت میں یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں تو اللہ رب العزت اس کی اُمید کو ضرور پورا فرما کر اس کو جس چیز سے خوف محسوس کر رہا تھا، اس سے خلاصی عطا فرماتے ہیں۔‘‘(۲۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’إحياء العلوم‘‘ میں زبردست بات لکھی ہے کہ: ’’جوانی وتندرستی میں زندگی بسر کرتے ہوئے انسان پر خوف کی کیفیت کا غلبہ ہونا چاہیے، جبکہ بڑھاپے وموت کے قریب اُمید کا رجحان زیادہ بہتر صورت ہے۔‘‘(۲۹)

بعض شراح نے لکھا ہے کہ: ’’جملہ ’’سبحان الله العظيم‘‘ سابقہ جملے پر مرتب نتیجہ ہے، چونکہ سابقہ جملے میں تسبیح وحمد کا بیان ہے، تو التزاماً ’’سبحان الله العظيم‘‘ اس کا نتیجہ ہے۔‘‘(۳۰)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں مزید تفصیل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ’’یہاں صیغۂ تسبیح کو دومرتبہ، جبکہ صیغۂ تحمید کو ایک دفعہ ذکر کیا گیا ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ تنزیہات کا اِدراک عقول سے ممکن ہے، مگر تحمیدات وکمالات بغیر ورودِ شرع، عقل ان کے فہم واِدراک سے قاصر ہے۔‘‘(۳۱)

الغرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیش بہا وبیش قیمت نکات پر مشتمل حدیث پر اپنی کتاب کو ختم کیا ہے۔

پہلی اور آخری حدیث کے مابین مناسبت

بعض شارحین نے آخرِ کتاب میں اس حدیث کے انتخاب پر لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اشارہ فرمارہے ہیں کہ آغازِ کتاب میں ان کی نیت خالص تھی تو حدیث ’’إنما الأعمال بالنيات‘‘ سے افتتاح کیا، اب کتاب کی تکمیل پر بطورِ تشکر تسبیح وتحمید جاری ہے، چنانچہ اس باطنی کیفیت کی جانب بھی اشارہ کردیا۔(۳۲) اس سے ہمیں بہت بڑا درس ملتا ہے کہ ہر کام کی ابتداء اخلاص سے کی جائے اور اختتام پر تکمیل کی توفیق ملنے پر شکر بجالایا جائے، چونکہ ہر کام کی تکمیل حقیقتاً اللہ رب العزت کی توفیق پر موقوف ہے۔

اللہ والوں کی صحبت

ولی اللّٰہی خاندان کے چشم وچراغ مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمہما اللہ کے استاذ ومسندِ وقت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دور دراز علاقوں سے لوگ مستفید ہونے آتے تھے، ان کے

حلقۂ درس میں ایک شخص حکیم نورالدین بھی تھا، جو فنِ حکمت میں اپنی مثل آپ تھا، یہ وہی شخص ہے جو بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفۂ اول منتخب ہوا۔ یہ بات بھی حدِ شہرت کو پہنچتی ہے کہ مرزا ملعون کو دعوائے نبوت پر آمادہ کرنے والا بھی یہی شخص تھا، جیسا کہ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کو ’’دینِ الٰہی‘‘ کے نام سے موسوم ملحدانہ نظریات پر مشتمل مذہب پر ابوالفضل اور فیضی نے اُکسایا تھا۔

حکیم نورالدین ایک عالم شخص تھا، اس نے پنجاب ودیگر شہروں سے کسبِ علم کے بعد ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سماعِ حدیث کیا۔ بہرحال، ایک دفعہ ختمِ بخاری شریف کا موقع تھا، ایسے موقع پر خوشی ومسرت کا ہونا طبعی امر ہے۔ بہرحال، ایسے موقع پر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم نورالدین کو اپنے پاس تنہائی میں بلاکر فرمایا: ’’مجھے تمہارے چہرے پر خاص آثار نمایاں دکھائی دیتے ہیں، ہم نے تو تمہیں منقول علم کو معقول بناکر پڑھایا ہے، اب تم اس کو محسوس علم میں منتقل کرنے کی غرض سے کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت کرلینا، اس کی برکت سے یہ سارا علم محسوسی بن جائے گا، نورانیت نصیب ہوگی۔‘‘(۳۳)

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر طرف فتنوں کا دور ہے، عملی میدان میں مختلف فتنوں سے مقابلہ کی نوبت پیش آتی ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ: ’’میں تمہارے درمیان بارش کے قطروں کی مانند بکثرت فتنوں کو برستا دیکھ رہا ہوں۔‘‘(۳۴) ان فتنوں کی نوعیت ہمیشہ مختلف رہی ہے، بسااوقات سیاست کے راستے سے، کبھی سیادت وقیادت کے نشہ سے، اور کبھی مختلف فِرقِ باطلہ کے نظریات کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ ان پُرفتن دور میں سب سے کارآمد ونجات والی چیز اللہ رب العزت سے تعلق ہے، جس کی صورت کسی حقیقی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے، اس حوالہ سے میں نشاندہی کرتا ہوں کہ مولانا عبدالعزیز صاحب سرگودھا والے، جو اس وقت صاحبِ فراش ہیں، ان جیسے اللہ والوں کے ہاتھ میں اپنی زندگی کی لگام دینا ان شاء اللہ فتنوں سے نجات دے گا۔

فتنۂ رافضیت اور اس کا مطالعہ

ہمارے ملکِ پاکستان میں قدم بقدم مختلف فتنوں سے سامنا ہوتا ہے، گویا یہ ملک ہی فتنوں کے پھیلاؤ کی غرض سے بنایا گیا، مگر اب اس ملک کو توڑنا، اس کی بنیادوں کو کمزور کرنا یہ اس کو بنانے سے بڑی حماقت ہے، چنانچہ ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ شیعیت وخمینی کا ہے، جو بین الاقوامی حیثیت حاصل کرچکا ہے، ان کا منشا یہ ہے کہ تمام عرب ممالک کو فتنوں میں اُلجھا کر ان کی بیخ کنی کردی جائے، مگر کیا ہمارے حکمران ان کی خوشامد سے خود کو اس فتنہ سے محفوظ کرسکیں گے؟ یہ ان کی خام خیالی ہے۔

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (۳۵) ہر صاحب اہلِ علم کو مطالعہ میں رکھنی چاہیے، اس سے اس فرقہ کی دسیسہ کاریوں کا بخوبی علم ہوجاتا ہے۔ قادیانیت ایک بدترین فتنہ ہے، مگر میرے نزدیک رافضیت اس سے بھی خطرناک ترین فتنہ ہے۔ ہمارے طلبہ ساتھی بغیر سیاق وسباق بات کو چلتا کر دیتے ہیں، اس سے احتیاط کیا کریں، لہٰذا میری اس بات کو پورا سمجھ کر سیاق وسباق سمیت علمی حلقوں میں نقل کرنے کی گنجائش ہے۔

دراصل قادیانیت تو اہلِ اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر اسلام سے خارج قرار پائے ہیں، مگر یہ رافضیت سے متعلق ایسا فیصلہ نہیں کیا گیا، نیز فیصلہ کرنے کی صورت میں ان کو اقلیت قرار دیئے جانے پر قادیانیوں سے متعلق فیصلے میں کمزوری پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ بہرصورت، ہمارا ملکِ عزیز اس وقت فتنوں کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔

خود بینی وعجب پسندی کا مرض

آج ہمارے ملک میں خود بینی وخود رائی کا فتنہ بھی عام ہے، آپ اہلِ علم بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے علومِ عربیت کا سلسلہ مشکاۃِ نبوت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوتا ہے، بعینہٖ اسی طرح ہمارا روحانی اصلاح وسلوک کا سلسلہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ومکمل ہوتا ہے، لیکن آج ان دونوں سلسلوں سے محروم رہنے والے افراد کا گروہ جو زبان کی شگفتگی اور خطابت کی شعلہ بیانی سے سادہ لوح عوام کو مرعوب کررہا ہے، اس فتنہ سے بھی مجھے بہت ڈر محسوس ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت سے تعلق کی مضبوطی

آپ حضرات کو رسمی سندِ فراغت ملنے کے بعد اب اپنے علمی ذوق میں نکھار پیدا کرنا چاہیے، خود کو مطالعہ کا پابند کریں، اور ہر شخص اپنے اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی کوشش کرے، اس سے نسبت کو مزید تقویت دے، یہ واقعتاً بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔

ایک بزرگ نے بہت عجیب بات کہی ہے کہ:

> ’’دنیا میں انسان کے والدین، اساتذہ، دوست احباب سب رخصت ہوجاتے ہیں، مگر ایک سہارا نہایت ضروری ہے، جو اس کو ہر مرحلے میں رہنمائی کرنے والا ہو، وہ صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔‘‘

کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ان کی جانب سے دیئے گئے اَوراد واذکار کی پابندی کرنا، جس طرح یہاں مدرسہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے سالہا سال محنت کی، سو اس میں بھی پورا

اہتمام کرنا۔

اصلاحِ خلق وتبلیغی کام

اگر یہ سب کچھ نہ ہوسکے تو تبلیغ میں ضرور وقت لگالینا، یہ بھی بہت محفوظ راستہ ہے۔ایک شخص نے بہت اہم بات کہی ہے کہ علم کا حصول بسا اوقات طلب کی بنا پر ہوتا ہے، مثلاً کسی مدرسہ میں والد اپنی اولاد کو علم کے حصول کی طلب میں داخلہ کراتا ہے، خانقاہ میں اپنے نفس کی اصلاح کی طلب میں جاتا ہے، مگر لاکھوں کروڑوں لوگ بغیر طلب گھوم رہے ہیں، ان کی اصلاح کون کرے گا؟ ان کو کون راہِ راست دکھائے گا؟ تبلیغ والے اس کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا تبلیغ میں چلہ وسال لگائیں۔ میں تو ایسے ہی وقت ضائع کررہا ہوں۔اب بس دعا کریں۔

حوالہ جات

١- صحيح البخاري، كتاب التوحيد، ٩:١٦٢، رقم الحديث ٧٥٦٣، دار طوق النجاة.

٢ - كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح، ٨٦/ ٨، رقم الحديث : ٦٤٠٦، دار طوق النجاة.

٣- كتاب الأيمان والنذور،باب إذا قال: والله لا أتكلم اليوم، فصلى أو...فهو على نيته، ١٣٩:٨، رقم الحديث ٦٦٨٢

٤- تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، ١٦/ ١،مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند.

٥- الثقات لابن حبان ٦:٨، دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن الهند.

٦- سنن الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء في فضل التسبيح والتكبير والتهليل، ٥١٣:٥، رقم الحديث: ٣٤٦٧، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر.

٧- الحديث الغريب: وهو الرواية التي يقع التفرد في أصل السند أو في أثناء السند.(نزهة النظر، ٥٦:١، مطبعة الصباح، دمشق)

٨- فتح الباري لابن حجر، ٥٤٠:١٣، دار المعرفة بيروت.

٩- لامع الدراري،إفادات الفقيه المحدث الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي(المتوفى: ١٣٢٣هـ)، التي ضبطه المحدث أبو زكريا محمد يحيى الصديقى(المتوفى:١٣٣٤هـ)، وقد طبع من المكتبة الإمدادية ، مكة المكرمة مع تعليقات الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي-رحمهم الله رحمة واسعة- راجع إلى.٤٠٦:١٠.

١٠- لامع الدراري، ٤٠٦:١٠، المكتبة الإمدادية.

١١- هدى الساري مقدمة فتح البارى، الفصل السابع في تعيين الأسماء المبهمة،٢٤٣:١، دار المعرفة.

۱۲-اس سے اس مشہور واقعہ کی جانب اشارہ ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، الفاظ یوں ہیں:

"عن أبي هريرة، قال: قلت: يا رسول الله، إني أسمع منك حديثا كثيرا أنساه؟ قال: "ابسط رداءك" فبسطته، قال: فغرف بيديه، ثم قال: "ضمّه" فضممته، فما نسيت شيئا بعده."(صحيح البخاري، ٣٥:١، رقم الحديث: ١١٩، دار طوق النجاة)

١٣- الفاظ ملاحظہ فرمائیے:"قال: "ما رأيت أحدا أنص للحديث من الزهري، وما رأيت أحدا الدنانير والدراهم

أهون عليه منه إن كانت الدنانير والدراهم عنده بمنزلة البعر." (أخرجه الترمذي بسنده فى كتاب الصلاة، ٤٠٢:٢،ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر)

١٤- ذكره القسطلاني في شرحہ لصحيح البخاري، (٤٨٥:١٠) ، و السخاوي أشار في "الضوءاللامع لأهل القرن التاسع" (٨٣١:٨) إلى أن ابن همام أملى في هذه القضية رسالة، وقد أدخله السيوطي في ضمن ما صنفه في إعراب الحديث النبوي المسمّى ب"عقود الزبرجد على مسند الإمام أحمد"، ونصه: "الوجه الظاهر أن "سبحان الله" ... إلى آخره، الخبر؛ لأنه مؤخر لفظًا، والأصل عدم مخالفة اللفظ محله، إلا لموجب يوجبه، وهو من قبيل الخبر المفرد بلا تعدد (٤٤٣/ ٢) ، دار الجيل، بيروت.

١٥- مختصر المعاني لسعد الدين التفتازاني، ٣١٥:١،ط:البشرى.

١٦- إرشاد الساري شرح صحيح البخاري للقسطلاني،٤٨٥:١٠،المطبعة الكبرى الأميرية.

١٧- فتح الباري لابن حجرؒ ٥٤٠:١٣، دار المعرفة بيروت.

١٨- منحة الباري لزكر يا الأنصاري المصري، ٤٤٣:١٠، مكتبة الرشد.

١٩-اس موضوع پر مزید تفصیل ومطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو: ختم الآيات بأسماء الله الحسنى لعلي بن سليمان العبيد، ط: دار التدمرية.

٢٠- فتح الباري، لابن حجر، ٥٤٠:١٣، دار المعرفة.

٢١- إرشاد الساري شرح صحيح البخاري للقسطلاني، ٤٨٣:١٠، المطبعة الكبرى الأميرية.

٢٢- فتح الباري، لابن حجر، ٥٤٠:١٣، دار المعرفة بيروت.

٢٣- فتح الباري، لابن حجر، ٥٤٠:١٣، دار المعرفة بيروت.

٢٤- إرشاد الساري شرح صحيح البخاري للقسطلاني،٤٨٣:١٠،المطبعة الكبرى الأميرية.

٢٥- لم أطلع علىٰ هٰذه النكتة في مؤلفات العلامة الكشميري رحمه الله.

٢٦- فتح الباري، لابن حجرؒ ٥٤٠:١٣، دار المعرفة بيروت.

٢٧- إرشاد الساري شرح صحيح البخاري للقسطلاني،٤٨٤:١٠،المطبعة الكبرى الأميرية.

٢٨- سنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء أن المؤمن يموت بعرق الجبين، ٣٠٢:٢، مطبعة مصطفى البابي الحلبي- مصر.

٢٩- إحياء علوم الدين، ١٦٤:٤، بيان دواء الرجاء والسبيل الذي يحصل منه حال الرجاء و يغلب، ط:دار المعرفة.

٣٠- فتح الباري، لابن حجر، ٥٤١:١٣، دار المعرفة بيروت.

٣١- فتح الباري، لابن حجر، ٥٤٢:١٣، دار المعرفة بيروت.

٣٢- الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري لشمس الدين الكرماني،٢٥١:٢٥،دار إحياء التراث العربي.

٣٣- ذكر هذه القصة الشيخ القاري المقرئ حكيم الإسلام محمد طيب في تقدمتہ علىٰ "تاريخ دار العلوم ديوبند" للسيد محبوب الرضوي، ص:١٩، الميزان.

٣٤- صحيح البخاري، كتاب الفتن، ٤٨:٩، رقم الحديث: ٧٠٦٠، دار طوق النجاة.

٣٥-حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا اشارہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی تصنیف کردہ شہرہ آفاق کتاب ''ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت'' کی جانب ہے، یہ کتاب مختلف کتب خانوں سے شائع ہوچکی ہے۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

اکابر کی عجز وانکساری

مولانا محمد راشد شفیع
امام جامع مسجد اللہ والا، کراچی

خاکساری وفروتنی اختیار کرنا اور اپنے آپ کو حقیر، بے وقعت اور کم زور ظاہر کرنا' تواضع کہلاتا ہے، اس کی ضد تکبر اور اظہارِ برتری ہے۔ دراصل 'تواضع' کا لفظ ''وضع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی پستی اور انحطاط کے ہیں، اس کے دیگر معانی میں خشوع، سہولت اور نرمی وغیرہ داخل ہیں۔ (تهذيب اللغة للأزهري : (۳/ ٤٨)

تواضع کی صفت بلند پایہ اخلاق کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو یہ صفت عطا فرماتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔'' (الفرقان: ٦٣)

یعنی وہ اپنے آپ کو اللہ کے بندے سمجھتے ہیں، ان کی چال میں اکڑ کی بجائے عاجزی اور فروتنی ہوتی ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ نے مجھ کو وحی کی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔'' (سنن ابی داود، کتاب الادب)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخلاق کی یہ اعلیٰ ترین صفت ہمارے اکابر کو عطا فرمائی تھی، اس لیے کہ علم کے ساتھ تواضع کی صفت ضروری ہے، انسان کے پاس جتنا زیادہ علم ہوگا اتنی ہی اس کے اندر تواضع کی صفت موجود ہوگی، چنانچہ اکابر کی چال ڈھال، اندازِ گفتگو، رہن سہن، کھانے پینے، میل ملاپ میں تواضع کی جھلک نمایاں تھی۔ ذیل میں چند واقعات ہدیۂ قارئین ہیں:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش مزاج اور عمدہ اخلاق والے تھے، مزاج تنہائی

پسند تھا اور اول عمر سے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات عنایت فرمائی تھی کہ اکثر خاموش رہتے، اس لیے ہر کسی کو کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا، ان کے حال سے بھلا ہو یا برا کسی کو اطلاع ہوتی نہ آپ کہتے، یہاں تک کہ اگر بیمار بھی ہوتے تب بھی شدت کے وقت کسی نے جان لیا تو جان لیا، ورنہ خبر بھی نہ ہوتی اور دوا کرنا تو کہاں!

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھاپہ خانہ (مطبع) میں جب کام کیا کرتے تھے مدتوں یہ لطیفہ رہا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں اور آپ بولتے نہیں، کوئی نام لے کر پکارتا تو خوش ہوتے۔ تعظیم سے نہایت گھبراتے، بے تکلف ہر کسی سے رہتے۔ جو شاگرد یا مرید ہوتے ان سے دوستوں کی طرح رہتے، علماء کی وضع عمامہ یا کرتہ کچھ نہ رکھتے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اس علم نے خراب کیا، ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔

میں (مولانا محمد یعقوب) کہتا ہوں کہ اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا، جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے، کیا ان میں سے ظاہر ہوئے اور آخر سب کو خاک میں ملا دیا، اپنا کہنا کر دکھلایا، مسئلہ کبھی نہ بتاتے، کسی کے حوالے فرماتے، فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر لگانا تو درکنار اول امامت سے بھی گھبراتے، آخر کو اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پڑھا دیتے تھے، وعظ بھی نہ کہتے۔ جناب مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم کاندھلوی (جو اس آخری زمانہ میں قدماء کے نمونہ تھے) نے اول وعظ کہلوایا اور خود بھی بیٹھ کر سنا اور بہت خوش ہوئے۔'' (بیس بڑے مسلمان، ص:۱۱۷)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجالس مفتی اعظمؒ تحریر فرماتے ہیں:

''دار العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر علم وفن میں یکتائے روزگار تھے، ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کی شاہد ہیں، لیکن سادگی کا عالم یہ تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے جمع نہیں ہوئے۔ دیکھنے والا پتہ بھی نہ لگا سکتا کہ یہ وہی مولانا محمد قاسم ہیں جنہوں نے مسلمانوں ہی سے نہیں غیر مسلموں اور مخالفوں سے بھی اپنے علم وفضل کا لوہا منوایا ہے۔''

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں جن کو ابھی مرید نہیں بنایا ہے:

''یہ ناکارہ ہر چند بظاہر متہم نیکی کے ساتھ ہوا، مگر حقیقت حال عالم الغیب خوب جانتا ہے، تم اپنے واسطے شیخ کامل کی تلاش رکھو۔ یہ عاجز خود درماندہ شرمندۂ بارگاہِ خداوندی خود لائق اس کے ہے کہ کوئی

خدا کا بندہ خدا کے واسطے اس کی دستگیری کرے۔‘‘ (مکتوب سوم، ص:۲۸ بحوالہ اکابر کا مقام تواضع، ص:۱۰۳)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں کہ سچی تواضع اور انکسارِ نفس جتنا امام ربانی میں دیکھا گیا دوسری جگہ کم نظر سے گزرے گا، حقیقت میں آپ اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے تھے، بحیثیت تبلیغ جو خدمتِ عالیہ آپ کے سپرد کی گئی تھی، یعنی ہدایت ورہبری اس کو آپ انجام دیتے، بیعت فرماتے، ذکر وشغل بتلاتے، نفس کے مفاسد وقبائح بیان فرماتے اور معالجہ فرماتے تھے، مگر بایں ہمہ اس کا کبھی وسوسہ بھی آپ کے قلب پر نہ گزرتا تھا کہ میں عالم ہوں اور یہ جاہل، میں پیر ہوں اور یہ مرید، میں مطلوب ہوں اور یہ طالب، مجھے ان پر فوقیت ہے، میرا درجہ ان کے اوپر ہے۔ کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آپ نے اپنے ’’خدام‘‘ کو ’’خادم‘‘ یا متوسل یا منتسب کے نام سے یاد فرمایا ہو، ہمیشہ اپنے لوگوں سے تعبیر فرماتے اور دعا میں یاد رکھنے کی اپنے لیے طالبین سے بھی زیادہ ظاہر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ تین شخص بیعت کے لیے حاضرِ آستانہ ہوئے، آپ نے ان کو بیعت فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ: ’’تم میرے لیے دعا کرو، میں تمہارے لیے دعا کروں گا، اس لیے کہ بعض مرید بھی پیر کو تیرا لیتے ہیں۔‘‘

(آپ بیتی جلد:۲، ص:۲۴۱، بحوالہ تذکرۃ الرشید، جلد:۲، ص:۱۷۴)

حضرت شیخ الہند محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ کی فنائیت

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق سنا ہے کہ ابتدا میں بہت ہی خوش پوشاک تھے، رئیسانہ زندگی، مگر اخیر میں کھدر کی وجہ سے ایسا لباس ہوگیا تھا کہ دیکھنے والا مولوی بھی نہ سمجھتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ ’’ذکرِ محمود‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے شباب میں لطافتِ مزاج کے سبب نفیس پوشاک مرغوب تھی، اب غلبۂ تواضع کے سبب اس قدر سادہ لباس اور جوتا اور سادی ہی وضع اختیار فرمائی تھی، جیسے مساکین کی وضع ہوتی ہے۔ وضع سے کوئی شخص یہ بھی گمان نہ کرسکتا تھا کہ آپ کو کسی قسم کا بھی امتیازِ مالی، جاہی، علمی حاصل ہے، حالانکہ ’’آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔‘‘ (آپ بیتی از شیخ الحدیث رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اکابر کا طرزِ زندگی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدۂ نزولِ مسیحؑ

ایک فریب کا تحقیقی جائزہ!

مولانا عمران جلیل
متعلم تخصصِ دعوت وارشاد

حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ ۲۴؍صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۲؍فروری ۱۹۱۳ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے، آپ نے دینی تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے حاصل کی، بعد ازاں وہاں کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید اور ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ۱۹۷۰ء میں محدث العصر علامہ مولانا محمد یوسف بنوری الحسینیؒ کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے، اور جامعہ بنوری ٹاؤن میں ''شعبہ تخصصِ دعوت وارشاد'' کے مُشرف مقرر ہوئے، نیز مجلس دعوت وتحقیقِ اسلامی کے رکن بھی رہے، تاہم حضرت بنوریؒ کی وفات کے کئی سال بعد جامعہ سے استعفاء دے دیا، اور ۲۲؍اکتوبر ۱۹۹۵ء کو دارِفانی سے کوچ کر گئے، آپ نے مختلف عنوانات پر کئی کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

①- مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں، ②- آخری نبی، ③- اسلام کا سیاسی نظام، ④- ایمان وایمانیات، ⑤- دینی نفسیات، ⑥- عقائدِ اہل سنت والجماعت کی بنیاد۔

آپ کی کتاب ''دینی نفسیات'' ۱۹۷۶ء میں حضرت بنوریؒ کے اِشراف میں شائع ہوئی، پھر آپ کی وفات کے بعد ۱۹۹۷ء میں کسی نے اس میں انکارِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر مشتمل ایک باب اضافہ کرکے شائع کیا، جس میں یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ گویا یہ حضرت سندیلوی صاحبؒ کا اضافہ کردہ ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کے رسالہ بینات ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ کے شمارے میں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے اس کتاب کا جواب دیا تھا اور واضح کیا تھا کہ یہ مولانا سندیلویؒ پر افتراءِ عظیم ہے، لیکن پھر اس کی طرف کسی نے کوئی خاص توجہ نہیں کی اور کتاب کا جدید نسخہ اہلِ علم کے ہاتھوں میں آ گیا، جس سے آپ کے ناقدین اور مادحین یکساں متأثر ہوئے۔ امسال ایک معروف شخصیت نے اپنے بیان میں عقیدہ نزولِ مسیحؑ پر بات کرتے ہوئے مولانا اسحاق سندیلوی صاحبؒ کی طرف کتاب ''دینی نفسیات'' کی جدید اشاعت کی روشنی میں اس عقیدہ کا انکار منسوب کیا، نیز ایک

صاحب کی تحریر بھی نظر سے گزری، جو مولانا کے مداحین میں ہیں، انہوں نے بھی اس نسبت کے درست ہونے کا تاثر دیا، ضرورت اس بات کی تھی کہ اس موضوع پر مستقل تحقیق کر کے اس نسبت کی حقیقت معلوم کی جائے، چنانچہ تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ اس غلط عقیدے کی نسبت مولانا کی طرف ہرگز درست نہیں، اور جیسا کہ مولانا جلالپوری شہیدؒ نے فرمایا: یہ واقعتاً افتراءِ عظیم ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے پوری تحقیق پیش خدمت ہے۔

اشکال اور باعثِ اشکال کی وضاحت

مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ نے ایک کتاب بنام ''دینی نفسیات'' مرتب کی، کتاب کچھ اہم کلامی مباحث پر مشتمل ہے، جن میں وجودِ باری تعالیٰ، توحیدِ باری تعالیٰ، آخرت، اور ایمان بالغیب پر فاضلانہ تحقیق آپ نے پیش کی ہے، کتاب پہلی دفعہ سنہ ۱۹۷۶ء میں مجلس دعوت وتحقیقِ اسلامی جامعہ بنوری ٹاؤن سے شائع ہوئی، کتاب کے مذکورہ ایڈیشن میں عقیدہ نزولِ مسیحؑ سے متعلق کسی بھی قسم کی گفتگو کا ذکر نہیں ملتا۔

مولاناؒ نے سنہ ۱۹۹۵ء میں کراچی میں وفات پائی، مولانا محمد طاسین صاحبؒ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور کراچی ہی میں فیڈرل بی ایریا نزد غریب آباد کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

مولانا کی وفات کے دو سال بعد ۱۹۹۷ء میں ''دینی نفسیات'' کا نیا ایڈیشن شائع ہوتا ہے، جس پر اسحاق اکیڈمی کراچی کا پتہ مذکور ہے۔ اس ایڈیشن میں گزشتہ ایڈیشن کی تمام مباحث من وعن موجود ہیں، مزید یہ کہ اس میں بابِ چہارم مستزاد ہے، اور اس کے تحت مسئلہ نزولِ مسیح پر بحث کی گئی ہے۔ اس ایڈیشن کے کل صفحات ۵۹۰ ہیں، صرف بابِ چہارم عقیدہ نزولِ مسیحؑ ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس بابِ چہارم کا لبِ لباب یہ ہے کہ عقیدہ نزولِ مسیحؑ قرآن وسنت کے خلاف ہے، نیز اس سے عقیدہ ختمِ نبوت پر زد پڑتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ جہلاء کا خود ساختہ عقیدہ ہے، اور شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس سے متعلق روایات پر کلام ہے، خلاصہ یہ کہ اس باب میں عقیدہ نزولِ مسیحؑ کا انکار کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے مذکورہ باب کی تمام مباحث جمہور امت کے متفقہ موقف سے قطعاً معارض اور خاص طور پر علماء دیوبند کے مسلک ومشرب سے یکسر انحراف ہے، کتاب کے مذکورہ ایڈیشن کے منظرِ عام پر آنے سے علمی حلقوں میں بہت کچھ سوالات اُٹھائے گئے، کچھ لوگوں نے اسے مولانا کا موقف قرار دے کر مولاناؒ کی ذات پر سخت قسم کی حرف گیری کی، دوسری طرف خود جامعہ بنوری ٹاؤن کے نمائندہ مجلہ بینات کے توسط سے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ کتاب بنام ''دینی نفسیات'' بیشک مولانا کی تصنیف ہے، البتہ اس کا بابِ چہارم در عقیدہ نزول مسیحؑ کسی زائغ اور شریر کی طرف سے مستزاد ہے، مولاناؒ کا بذاتِ خود اس سے ایک حرف کا تعلق نہیں، عقیدۂ نزولِ مسیحؑ سے متعلق مولانا کا وہی موقف ہے جو جمہور علماء امت اور خاص طور پر علماء دیوبند کا ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں ہم وضاحت کر چکے کہ ''دینی نفسیات'' کا اضافہ کردہ ایڈیشن مولاناؒ کی وفات کے بعد شائع ہوا، اور شائع

کرنے والا بھی غیر معروف اور مجہول شخص ہے۔ یہی بات اس کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔

عقیدۂ نزولِ مسیحؑ مولانا سندیلویؒ کی اپنی تحریرات کی روشنی میں

اولاً: مولانا مرحوم کی تین کتابوں سے آپ کا عقیدہ نقل کر کے پھر ''دینی نفسیات'' کے بابِ چہارم پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا۔

❶-عقیدہ نزولِ مسیح کا اقرار مولانا کی تالیف ''مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں'' کے تناظر میں

مولانا سندیلویؒ اپنی کتاب ''مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں'' کے بابِ دوم میں بعنوان ''نزولِ مسیح علیہ الصلاۃ والسلام'' حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان سے اُترنے کو نقلی وعقلی دلائل سے ثابت کیا ہے، اور بڑی تفصیل سے اس پر بحث کی ہے، اور اس کے عقیدہ متواتر ہونے کا اقرار کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''ارشاداتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے جو حدِ تواتر کو پہنچی ہیں، نیز اجماعِ امت سے ثابت ہے کہ عمرِ دنیا کے اختتام کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، اور اُمتِ محمدیہ علیہ الف الف تحیہ میں شامل ہوکر اپنے برکات وفیوض سے امت کو مستفیض فرمائیں گے، ہوسکتا ہے کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ یہ صورت تو ختمِ نبوت کے منافی معلوم ہوتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہوجانے کے بعد کسی نبی کے تشریف لانے کا کیا معنی؟ بادی النظر میں یہ اشکال کچھ وقیع نظر آتا ہے، لیکن غور کیجئے تو صرف سطح بینی اور قلتِ فکر کا نتیجہ نظر آتا ہے۔ آپ نے پچھلے صفحات ملاحظہ فرمائے ہیں، ہم نے ختمِ نبوت کی تشریح کے سلسلے میں ہمیشہ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت نہیں ہوسکتی۔'' جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی نئے شخص کو ابتداءً یہ منصبِ عظیم عطا فرما کر اور سندِ نبوت دے کر نہیں بھیجا جاسکتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ انبیاء سابقین میں سے کوئی نبی بھی دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لاسکتے، (بلکہ) بعثت کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے کسی بندے کو تاجِ نبوت سے سرفراز فرما کر ہدایتِ خلق اللہ کا کام سپرد فرمائیں، جو پہلے ہی منصبِ نبوت پر سرفراز ہوچکے ہوں، انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دینے کو بعثت نہیں کہتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوچکی ہے اور وہ بنی اسرائیل میں اپنا کام انجام دے کر زندہ آسمان پر تشریف لے گئے، نہ انہیں طبعی موت آئی، نہ انہیں شہید کیا جاسکا، جیسا کہ قرآن مجید میں صاف عیاں ہے، اب اگر وہ دوبارہ آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں تو یہ ختمِ نبوت کے منافی کیوں ہے؟ اور اس سے سلسلۂ نبوت کا جاری رہنا کس طرح لازم آتا ہے؟ مثالِ ذیل جواب کی مزید تشریح کردے گی: ایک شخص

کسی ملک کے سول سروس میں داخل ہوکر کسی صوبہ کا گورنر مقرر ہوتا ہے اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد کسی دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے، کچھ مدت کے بعد وہ اسی صوبہ میں پھر واپس آتا ہے، مگر گورنر کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک عام شہری کی حیثیت سے تو کیا اس سے موجودہ گورنر کا عہدہ اور اعزاز میں کوئی فرق پیدا ہوجائے گا؟ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس صوبہ میں دو گورنر موجود ہیں؟ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ سابق گورنر کے پاس جو سند سول سروس کی ہے، وہ بھی باقی رہے گی، اور اس کے اعزاز میں بھی کوئی فرق نہیں آسکتا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی سندِ نبوت بھی بدستور باقی رہی گی، مگر اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ ختمِ نبوت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے گا۔ اسی مقام سے ہمیں اصل اشکال کے ایک دوسرے جواب کی طرف راہنمائی ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت نبی کے نہ ہوگی، بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اُمتی کی حیثیت سے ہوگی، وہ نہ تو کوئی نئی کتاب لائیں گے، نہ کوئی دوسری شریعت، بلکہ قرآن مجید اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ ہی پر عمل فرمائیں گے، یہاں تک کے انجیل جو خود انہی پر نازل ہوئی تھی، اسے بھی لے کر نہیں تشریف لائیں گے، نہ اس پر عمل پیرا ہوں گے، بلکہ اس کے بجائے قرآن مجید ہی پر عمل کریں گے، ایسی حالت میں اس کا وہم کرنا بھی نادانی ہے کہ ان کا تشریف لانا ختمِ نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی ہے، بلکہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی تشریف آوری ہرگز ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا خاص مقصد مسیح دجال کو قتل کرنا ہے اور اس کے شر سے امتِ محمدیہ علیہ الف الف تحیہ کو محفوظ رکھنا ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی سلطان کسی خاص مجرم کو سزا دینے کے لیے کسی شخص کو مامور کرے، اس مدت کے لیے اس مقررہ شخص کا ملک کے کسی حصے میں جانے سے اس حصے کے حاکم کی حکومت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ یہ جب تک اس حصہ میں ہے، اس وقت تک اسی حاکم کے ماتحت سمجھا جائے گا اور اسے حاکم کسی حالت میں بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال کے استیصال کے لیے تشریف لائیں گے، اس حالت میں ان کی حیثیت امتِ محمدیہ علیہ الصلاۃ والسلام کے ایک فرد کی ہوگی، اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب خاتم النبیین پر ذرہ برابر بھی کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔‘‘(۱)

❷ - عقیدہ نزولِ مسیح کا اقرار مولانا کی تالیف ’’آخری نبی‘‘ کے تناظر میں

مولانا اپنی ایک اور تالیف بنام ’’آخری نبی‘‘ میں ’’نزولِ عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے عنوان کے تحت عقیدۂ نزولِ مسیح ؑ پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

’’ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طبعی موت نہیں آئی، نہ انہیں صلیب دی گئی، بلکہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھالیے گئے اور قیامت کے قریب خروجِ دجال کے زمانہ میں آسمان سے دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کر کے ادیانِ باطلہ کو ختم کریں گے۔ اس عقیدے کی وجہ سے قادیانی مبلغین مسلمانوں کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنے کا اعتقاد عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف ہے۔ قادیانیوں کے اس مغالطے کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ اس دنیا میں آنا ختمِ نبوت کے خلاف نہیں، سلسلۂ نبوت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں دیا جاسکتا، یہ مطلب نہیں اور نہ ہوسکتا ہے کہ جو انبیاء گزر چکے ہیں العیاذ باللہ! ان کی نبوت چھین لی جائے یا وہ کبھی دنیا میں دوبارہ نہ آسکیں، ہاں! کسی شخص کو نئے سرے سے نبوت نہیں دی جاسکتی۔ عیسیٰ علیہ السلام پہلے سے نبی ہیں اور آج بھی اللہ کے رسول اور نبی ہیں، ان کے دوبارہ تشریف لانے کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں نئے سرے سے نبی بنایا جارہا ہے، وہ تو پہلے ہی سے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ بعض مصلحتوں اور حکمتوں سے انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے آسمانِ چہارم سے اُتر کر دنیا میں تشریف لائیں گے، کیونکہ ان پر موت طاری نہیں ہوئی، بلکہ جب یہود نے انہیں سولی پر چڑھانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اُٹھالیا اور ان کے دشمن ناکام و نامراد ہوگئے، جیسا کہ قرآن کریم سے روشن ہے، پھر قیامت کے قریب جب دجال خروج کرے گا اس وقت وہ پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے، جیسا کہ بکثرت صحیح احادیث میں صاف صاف بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ جب آئیں گے تو شریعتِ محمدیہ الف الف تحیہ ہی کی پیروی کریں گے اور آنحضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اُمتی بن جائیں گے، اس لیے ان کا آنا ختمِ نبوت کے خلاف نہیں، پھر یہاں بھی وہی گورنر کی مثال سے سمجھایا ہے۔‘‘(۲)

❸ - عقیدہ نزولِ مسیحؑ کا اقرار مولانا کی تالیف ’’عقائدِ اہلِ سنت والجماعت کی بنیاد چہل آیات‘‘ کے تناظر میں

اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ مولاناؒ نے لکھا ہے کہ عقیدہ نزولِ مسیحؑ ہرگز عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف و معارض نہیں، اس سے جہاں اس عقیدہ کا ثبوت ہوتا ہے، وہیں اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ دینی نفسیات کا اضافہ کردہ (مدسوس) ایڈیشن کا چربہ کسی ایسے ضال اور منکرِ حدیث کا تیار کردہ ہے جو شاید

مولانا کے مزاج سے بھی اچھی طرح واقف نہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

''آیت ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الخ'' کا ترجمہ لکھ کر فائدہ نمبر دو میں لکھتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرانے نبی ہیں، ان کی کوئی بعثت نہ ہوگی، ان کا تشریف لانا ختم نبوت کے خلاف نہیں، اگر قدیم انبیاء سب کے سب دنیا میں آجائیں تو بھی ختم نبوت کے خلاف نہیں، البتہ نئے نبی کا آنا غیر ممکن ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل ہوجائیں گے، یہاں بھی پھر گورنر کی مثال دی ہے۔''(۳)

❹-عقیدۂ نزولِ مسیح کا اقرار مولانا کی تالیف ''ایمان وایمانیات'' کے تناظر میں

اس کتاب میں مذکورہ عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے مولانا نے عقیدۂ نزولِ مسیحؑ کو صحیح الثبوت اور اس کا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف نہ ہونے کو بیان کیا ہے، چنانچہ عقیدۂ نزولِ مسیحؑ پر حاشیہ نگاری کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علاماتِ قیامت کے سلسلہ میں یہ عقیدہ بہت مشہور ہے کہ اس کے قربِ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہبری اور سربراہی فرمائیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے، یہ عقیدہ صحیح ہے، اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف نہیں۔''(۴)

مولانا کی چار کتابوں سے بڑی تفصیل کے ساتھ عقیدۂ نزولِ مسیحؑ کا بیان ہوگیا۔ ان تمام عبارات میں اس بات کا شائبہ تک نہیں کہ مولاناؒ کو اس عقیدہ میں کسی قسم کا تردُّد ہے! نیز مولاناؒ نے وہی بات ہر جگہ لکھی ہے جو جمہور علماء خصوصاً اکابرینِ دیوبند کا موقف ہے۔

دینی نفسیات محرّف ایڈیشن پر راقم کا مختصر تبصرہ

یہودی کائنات کی وہ خائن اور ملعون قوم ہے، جس نے انبیاء تو انبیاء افتراء علی اللہ سے بھی باز نہیں آئے، ان کی اس بدبختی کو قرآن بیان کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ''مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ''۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: ''وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ'' پھر اس قوم میں سے ایک شخص عبداللہ بن سبا یہودی بظاہر مسلمان ہوکر اسلام میں وہی کرتب دکھاتا ہے جو اس کے آباء واجداد کرتے تھے، اگر دینِ محمدی کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہ لی ہوتی تو یقیناً ان کی سازشیں اور چالیں اس قدر سخت تھیں کہ اسلام بھی صرف نام کا رہ جاتا، اس کے شیطانی مکر وفریب سے کیا قیامت برپا ہوتی، اس کے بیمار ذہن میں سوائے دجل وفریب اور شیطانیت کے سوا کچھ بھی نہ تھا، لیکن بھلا ہو ہمارے محدثین اور فقہاء کا کہ ان کی دوررس نگاہ نے قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کو بڑی جدوجہد سے ان کے دجل وتلبیس سے بچالیا، لیکن ہماری تاریخ کو اتنا گدلا کردیا جسے اسلام یا مسلمانوں کی تاریخ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس قوم میں

سوائے اسلام دشمنی، اخلاقی گھناؤنا پن، دنیا پرستی، ہوسِ اقتدار، عہد شکنی، ضمیر فروشی، جھوٹ وفریب، خیانت، ظلم، بزدلی، بغض وحسد، کینہ وری، موقع پرستی اور شیطانیت کے سوا کسی خوبی کا کوئی وجود نہیں، ان کے اور ان کے حواریوں کے پیش نظر ایک ہی بات ہوتی ہے کہ ہمارے خبثِ باطن میں جتنے بھی غلاظتوں کے ڈھیر ہیں، اس میں سے حکایتیں بنا کر بنا کر کسی کے دامن کو داغدار کر دیا جائے۔

ان امور کا مشاہدہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا جنگِ جمل وصفین کے واقعات میں کرسکتا ہے اور پھر بعد کے ادوار میں ان کی روحانی اولاد اپنے گمراہ کن نظریات پر کتابیں لکھ کر اس کے ٹائٹل پر سنی عالم کا نام لکھ دیتے تھے، تاکہ بعد میں آنے والے سنی انہیں اپنی کتاب سمجھ کر اس گمراہی کو قبول کریں یا کسی سنی عالم کی کتاب پر الحاقات وتدسیسات کے ذریعے اپنے نظریات اس میں شامل کرتے تھے، جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ کے ساتھ عقیدۂ نزولِ مسیحؑ کے بارے میں ایک خبیث الباطن منکرِ حدیث نے یہی کیا، اور ان کی اہم تالیف ''دینی نفسیات'' کو اپنے طور شائع کر کے اس میں پورے ڈیڑھ سو صفحات کا غلط اضافہ کر کے اس خوشنما چادر کو بدنما بنانے کی کوشش کی، مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ مولانا کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حالات اور واقعات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پولس اور ابنِ سبا کی ذریت اب بھی موجود ہے اور اس کا مذموم کردار متحرک ہے اور وہ اپنے آباء واجداد کی طرح اب بھی اسلام اور اسلامی عقائد کے قلعہ میں نقب لگا کر اسے مسمار کرنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں سننے میں آرہا تھا کہ اسلام کے نام پر کفر، دین کے نام پر بے دینی، تحقیق کے نام پر تحریف اور عقائد وایمانیات کے نام پر اِلحاد کا زہر پھیلایا جارہا ہے، جس کا سب سے بھیانک پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک عالم دین حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقیؒ کے نام پر کیا جارہا ہے، جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مسترشد، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کے خلیفہ مجاز اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ تخصصِ دعوت وارشاد کے مُشرف ونگران رہے ہیں۔''

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں:

''حضرت مرحوم کی رحلت کے بعد ان کے نام نہاد معتقدین اور بدخواہوں بلکہ صحیح معنی میں ان کے دشمنوں نے ان کی تصنیف ''دینی نفسیات'' کو اپنی تحریفات کا نشانہ بناتے ہوئے اُسے نئی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کیا، جس میں ایسی کتر بیونت اور تحریف ومسخ کا مظاہرہ کیا، بلاشبہ انہوں نے اس میدان میں اپنے پیش رو پولس اور ابنِ سبا کے بھی کان کتر ڈالے، یقیناً اس موقع پر شیطان بھی انگشت بدنداں ہوگا کہ یہ عقل تو اسے بھی نہ سوجھی تھی۔'' (۵)

جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ مولاناؒ کی کتاب ''دینی نفسیات'' پہلی دفعہ سنہ ۱۹۷۶ء میں حضرت

بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے حکم اور مشورہ سے جامعہ بنوری ٹاؤن سے شائع ہوئی، جس میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کسی قسم کی کوئی بحث نہ تھی، دوسری بار ۱۹۹۷ء میں آپؒ کی وفات کے بعد کسی نے تحریف وتدسیس کر کے چھاپی تو قریب وبعید کے کئی لوگوں نے مختلف باتیں لکھیں، ان میں اصل بات وہی ہے جو مولانا سعید احمد جلال پوریؒ کا مضمون ہے، یار لوگوں نے بغیر کسی تحقیق کے مولانا پر مفتریات کو پھر سے اچھال کر اس بند باب کو کھولنے کی ناکام کوشش کی، نہیں معلوم کہ جان بوجھ کر ایسا کیا گیا یا اَن جانے میں ہوگیا ہے، واللہ اعلم۔

مولانا محمد عبداللہ احمد پوریؒ ’’عقیدۂ نزولِ عیسیٰؑ قرآن وسنت کی روشنی میں‘‘ نامی کتاب کے آخر میں ’’دینی نفسیات‘‘ کے بابِ چہارم پر رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’ہم اب بھی یہی خیال کرتے ہیں کہ بابِ چہارم ان کا لکھا ہوا نہیں، یہ کسی افتراء پرداز دروغ گو جاہل کا اضافہ ہے، ایسی سازشیں زنادقہ اور ملحدین کی طرف سے پہلے بھی ہوتی رہی ہے۔‘‘ (۶)

مولانا سعید احمد جلال پوریؒ کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد مولانا عبداللہ احمد پوریؒ کتاب کے آخر میں بطورِ ضمیمہ لکھتے ہیں:

’’نوٹ: ہم نے اپنے مقالہ میں مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ کی کتاب ’’دینی نفسیات‘‘ کے جدید ایڈیشن سے کچھ اقتباسات نقل کر کے ان کی تردید کی ہے، مولانا کی سابقہ تصانیف کے مدِنظر ہم نے بھی باور نہیں کیا تھا کہ کتاب کے حصہ سوم کا بابِ چہارم ان کے قلم سے نکلا ہے، چنانچہ دو تین جگہ ہم نے اس تردُّد اور تأمل کا اظہار کیا، ماہنامہ بینات کراچی اشاعت ماہ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری زید مجدہم کا ایک مضمون اس سلسلہ میں آیا ہے، جس میں انہوں نے بڑی شد ومد سے اس کا مولانا مرحوم کے مضمون ہونے کی تردید کی ہے۔ ہمیں پہلے بھی ایک حد تک یقین تھا کہ مولانا مرحوم اس ملحدانہ نظریہ/ انکارِ نزولِ عیسیٰؑ سے بری ہیں۔ اگر واقعی مضمون کی نسبت مولانا مرحوم کی طرف افتراء اور بددیانتی پر مبنی ہے تو ہم مولانا مرحوم کی روح سے معذرت خواہ ہیں۔‘‘ (۷)

دینی نفسیات پر مولانا سعید احمد جلال پوریؒ اور مولانا عبداللہ احمد پوریؒ کی تصریحات نقل کرنے کے بعد مزید کسی تردید کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن صفحہ: ۵۰۴ پر مفتری نے ایک حاشیہ لگا کر جو افترا پردازی کی ہے وہ قابلِ تبصرہ ہے، لکھتے ہیں:

’’گویا کہ سندیلوی صاحب لکھتے ہیں: بچپن میں آدمی وہی عقائد وافکار اختیار کرتا ہے جس کی تعلیم اس کے بزرگ دیتے ہیں یا جو اس کے ماحول میں پھیلے ہوتے ہیں، میں بھی قربِ قیامت نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا قائل تھا، بلکہ علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد بھی اپنے دورِ درس وتدریس میں مدتِ دراز تک اسی کا قائل رہا، میں ستمبر ۱۹۷۰ء میں پاکستان آیا، گویا ۱۹۷۱ء سے پاکستان میں

قیام پذیر ہوں، یہاں آنے سے آٹھ نو سال قبل جبکہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں بحیثیت استاذ تدریس میں مشغول تھا، ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان تھا ''مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں'' یہ لکھنو ہی میں شائع ہوئی، اس میں میں نے قربِ قیامت نزولِ مسیحؑ کو اہلِ سنت کا متفق علیہ عقیدہ لکھا اور اس بنیاد پر قادیانی جو اعتراض مسلمانوں پر کرتے ہیں، اسے نقل کر کے اس کا وہی جواب دیا جو عام طور پر علماء اسلام دیتے ہیں۔''

پھر آگے جا کر لکھتا ہے:

''۷۱ء کے بعد کراچی میں یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی، اس وقت میں نزولِ مسیحؑ کا قائل نہیں تھا، مگر کتاب کی عبارت میں، میں نے کوئی ترمیم نہیں کی، جس کی وجہ یہ تھی کہ جمہور علمائے اہلِ سنت کا یہی اعتقاد تھا، ان کی طرف سے قادیانیوں کو جواب دینا تھا، اس لیے ان کے اعتقاد کو مکمل نقل کرنا ضروری تھا۔''

مفتری کی مذکورہ عبارت کا تجزیہ اور تبصرہ

ہم نے آپؒ کا عقیدہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام آپ کی چار کتابوں سے واشگاف کیا ہے۔ ''دینی نفسیات'' کے بابِ چہارم میں (جو سراسر حضرت سندیلویؒ پر افتراء ہے اور ان کی وفات کے دو سال بعد مرتب ہوا) صرف نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں، بلکہ خروجِ دجال، امام مہدی اور قراءتِ متواترہ کا بھی انکار کیا گیا ہے۔

نزولِ عیسیٰؑ کے بارے میں لکھا ہے:

①- ''عقیدۂ ختمِ نبوت کے منافی ہے۔'' دیکھئے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۲۳)

②- ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ'' کے خلاف ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۲۹)

③- آیتِ کریمہ ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ'' کے لیے ناسخ ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۱۷)

④- ''آیاتِ جہاد کا نسخ لازم آرہا ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۱۶)

⑤- ''آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ رد ہوں گے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۳۱)

⑥- ''نزولِ عیسیٰ کا عقیدہ شیعوں کے عقیدۂ امامت کی تائید ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۳۴)

⑦- ''امام ابوحنیفہؒ سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات''، (ص:۵۵۳)

⑧- ''یہ عقیدہ اسماعیلی شیعوں کی دعوت کا حصہ ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات''، (ص:۵۵۹)

⑨- ''یہود نے ان روایتوں میں ایسے مضامین شامل کر دیئے جن سے قرآن کی صداقت مشتبہ ہو رہی ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات''، (ص:۵۶۱)

⑩- ''نزولِ عیسیٰؑ کا عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف ہے۔'' دیکھیے: دینی نفسیات، (ص:۵۶۴)

⑪-''اس عقیدہ کو ماننے سے قرآن کی سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر: ۱۱۰ اور ۱۱۶ صحیح نہیں ہوسکتی۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص: ۵۶۴=۵۶۶)

⑫-''دجال کے لیے احیاءِ موتی وغیرہ کے خرقِ عادت افعال واوصاف ثابت کرنا قرآن کے خلاف ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۸۱)

⑬-''اس عقیدے کا قائل ہونا جائز نہیں۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۸۵)

⑭-''مزعومہ نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بدیہی طور پر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۸۶)

⑮-''عقیدۂ ختم نبوت ضروریاتِ دین میں داخل ہے، اس کے خلاف کسی فکر وعقیدے کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔'' دیکھیے: دینی نفسیات، ص:۵۸۶

⑯-''علمائے ماضی میں یہ عقیدہ نہیں تھا۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۸۶)

⑰-''نزولِ عیسیٰ کا عقیدہ یقیناً ختم نبوت کے منافی ہے، آیاتِ ختم نبوت کے خلاف ہے۔'' دیکھیے: ''دینی نفسیات'' (ص:۵۸۹)

قارئین کرام! آپ نے یہ عبارات پڑھ لیں، اب وہاں موجودہ حاشیہ بھی دوبارہ پڑھ لیں، اس محشی کے نزدیک عقیدہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ختمِ نبوت کے قطعی یقینی طور پر خلاف ہے، قرآن مجید کی آیات سے معارض ہے، حتیٰ کہ بعض کی تکذیب لازم آرہی ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ سب عبارات مولانا اسحاق سندیلوی صاحبؒ کی ہرگز نہیں، بلکہ کسی منکرِ حدیث کا آپ پر افترا ہے۔ اب مفتری نے حاشیہ میں یہ تأثر دیا ہے کہ میں نے (سندیلوی صاحب) پاکستان آنے کے بعد اپنی کتاب ''مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں'' دوبارہ چھپوائی اور اس وقت نزولِ عیسیٰ کا قائل نہیں تھا، لیکن کتاب میں اس لیے تبدیلی نہیں کی کہ جمہور اہلِ سنت کا نظریہ یہی تھا اور ان کی طرف سے قادیانیوں کو جواب دینا تھا، جبکہ مولاناؒ نے اسی سال یعنی ۱۹۷۱ء میں سورۃ الفلق کی تفسیر لکھی، اس میں اس عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے مولانا نے صاف صاف لکھا ہے:

''حق تعالیٰ شانہ سے الحاح کے ساتھ دعا کریں کہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں، ہر قسم کے غیر اسلامی افکار سے جو ہمارے ان عقیدوں اور ایمان کے خلاف ہیں، اپنے ذہن کو محفوظ رکھے، اگر ذہن ان غیر اسلامی افکار کو اس وقت نہ شناخت کرسکے، جو ان بنیادی اسلامی عقائد کے خلاف ہیں، تو اجمالاً اس طرح توبہ کرلینا بھی ان شاء اللہ کافی ہے، یا ارحم الراحمین! میں ہر اس تصور اور خیال سے توبہ کرتا ہوں جو ان اسلامی عقائد کے خلاف ہو، اور عزم کرتا ہوں کہ اس قسم کے جس تصور کا مجھے علم ہوگا اسے ضرور اپنے ذہن سے نکال دوں گا اور اس کی تکذیب کروں گا۔''(۸)

کسی نے اس مفتری کو بتا دیا ہوگا کہ حضرت پر آپ یہ الزام نہیں لگا سکتے، انہوں نے اپنی فلاں کتاب میں اس عقیدہ کو نہ صرف تسلیم کیا ہے، بلکہ دلائل سے ثابت بھی کیا ہے تو اس نے کہا ہوگا: ’’میں ایسا کھیل کھیلوں گا کہ شیطان بھی پناہ مانگے گا۔‘‘

برسبیلِ تذکرہ چند دن پہلے مولانا سندیلویؒ کے شاگردِ خاص مولانا محمد طیب کشمیری صاحب زید مجدہٗ سے راقم نے ملاقات کی اور اس موضوع پر گفتگو کی تو حضرت نے سختی سے انکار کیا کہ یہ ہمارے استاذ جی مولانا سندیلویؒ کا عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔

گزارش وعرض داشت

مولانا مرحوم سے کسی کا اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن اہلِ علم کا اختلاف بھی تحقیق کے دائرے میں ہونا چاہیے، الزام، بے سروپا باتیں یہ ایک عالمِ دین کو زیب نہیں دیتیں اور ہم دیوبندیوں کا اپنے اکابر کے بارے میں یہی نظریہ ہے، اگر ان سے خطا ہوجائے تو اس کی تاویل کرتے ہیں، نہ کہ فتویٰ بازی۔ اگر کسی کا تفرُّد ہو تو وہ بھی کوئی قابلِ تعجب نہیں، حضرت سندیلوی صاحبؒ شیخ التفسیر والحدیث، فقیہ العصر، مؤرخِ اسلام اور ایک جید مفکر عالمِ دین تھے، اگر کسی مسئلے میں انہوں نے علمائے دیوبند سے اختلاف کیا ہے تو اس جیسی شخصیت سے کوئی بعید نہیں اور نہ یہ مذموم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلائے، آمین۔

حواشی وحوالہ جات

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: مسئلہ ختمِ نبوت علم وعقل کی روشنی میں (ص: ۱۲۱ تا ۱۲۴)، ط: مجلس دعوت وتحقیقِ اسلامی کراچی، سنہ ۱۹۷۴ء۔

۲- ’’آخری نبی‘‘ مشمولہ کتاب ’’احتسابِ قادیانیت‘‘ جلد: ۳۴، صفحہ: ۵۲۶، ط: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان، نومبر ۲۰۱۰ء۔

۳- ’’عقائد اہلِ سنت والجماعت کی بنیاد‘‘ (ص: ۲۸) ط: دائرۃ المعارف کراچی، ۱۹۷۸ء۔

۴- ’’ایمان وایمانیات‘‘ سب انبیاء پر ایمان (ص: ۴۹) ط: مجلس دعوت وتحقیق اسلامی کراچی، ۱۹۷۵ء۔

۵- ماہنامہ بینات کراچی (صفحہ: ۳۹)، ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔

۶- احتسابِ قادیانیت (ج: ۴۶، ص: ۱۲۱)

۷- احتسابِ قادیانیت (ج: ۴۶، ص: ۱۴۴)۔

۸- ماہنامہ بینات، (ص: ۱۶)، شمارہ رمضان المبارک، ۱۳۹۲ھ۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بحیثیت مبلغِ اسلام

اور داعیِ اسلام کی دس صفات

مولانا محمد نعمان خلیل

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے۔ دینِ اسلام اور اسلامی تاریخ کی سب سے پہلی ایمانی، روحانی، علمی اور دینی درسگاہ دارِ ارقم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تربیت میں رہے، مکہ مکرمہ کے امیر ترین خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ کی چپل حضر موت علاقہ سے اور آپ کا لباس یمن سے خصوصی طور پر لایا جاتا تھا، ناز ونعمت میں بڑے ہوئے، جسم اتنا ملائم تھا کہ حبشہ کی ہجرت کے وقت جب پیدل چلے تو پاؤں سے خون جاری ہوگیا۔ اسلام لانے کے بعد اس تمام ناز ونعمت کی قربانی دی، جو بدن ریشم جیسا نرم لباس پہننے کا عادی تھا، اسی بدن پر رسیاں کسی گئیں۔ اسلام کی خاطر اپنا مال، آرام، عیش وعشرت کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ انعام عطا فرمایا جو کسی اور اُمتی کو نہ مل سکا کہ مدینہ منورہ کی طرف اسلام کے سب سے پہلے مثالی اور کامیاب مبلغ وسفیر بنائے گئے۔ غزوۂ اُحد میں شہادت سے نوازے گئے۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي، مصعب بن عمير، ج:٣، ص:٩٦، دار الحديث القاهرة)

آپ کی زندگی کے نمایاں پہلو

آپ کی اسلامی زندگی کے دو پہلو بہت نمایاں ہیں:

❶ مدینہ منورہ کی طرف داعی بنا کر بھیجا جانا ❷ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں مہاجرین کے علم بردار

اس مضمون میں آپ کی زندگی کے پہلے نمایاں پہلو کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

۱۲/ نبوی میں جب بیعتِ عقبہ اولیٰ ہوئی، تو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے انصاری حضرات نے،

حضور ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی معلم دیجیے، جو ہمیں قرآن کریم کی تعلیم دے، اور نماز کی امامت کروائے، حضور ﷺ نے حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دینِ اسلام کا سب سے پہلا سفیر بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ مدینہ منورہ میں آپ کی دعوت کا عرصہ ایک سال سے بھی کم ہے، لیکن اتنے قلیل عرصہ میں دعوت اتنی پھیلی کہ مدینہ منورہ کا کوئی گھرانہ اسلام سے خالی نہ رہا۔ قبیلہ بنو عبد الاشہل ''قبیلہ اوس'' کی بڑی شاخ تھی، ان میں سے ایک شخص کے علاوہ پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہوگیا اور بعد میں وہ صاحب بھی غزوۂ اُحد کے موقع پر اسلام میں داخل ہوئے، وہیں شہادت کے مقام سے سرفراز ہوئے اور بغیر کوئی نماز پڑھے سیدھے جنت میں پہنچ گئے، جنہیں اُصیرم رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔ اگلے سال ۱۳ ر نبوی کو مدینہ منورہ کے ستر سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے حاضر ہوئے، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، جسے بیعتِ عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

آپؓ کا دعوتی نصاب

حضور ﷺ نے آپ کو ایک خصوصی نصاب دے کر بھیجا، وہ دعوتی نصاب تین نکات پر مشتمل ہے:

①-تعلیمِ قرآن ②-اقامتِ صلوٰۃ ③-تفقہ فی الدین

(سير أعلام النبلاء للذهبي، ذكر مبدأ خبر الأنصار، ج:۱، ص:۲۹۸، دار الحديث، القاهرة)

دعوتی نصاب کی اہمیت وخصوصیت

① تعلیمِ قرآن

سماوی اور غیر سماوی ادیان کی تاریخ میں ہدایت و اصلاح، عقائد و نظریات، حکومت وسیاست، تہذیب وثقافت، مالی اور معاشی نظم وضبط، اخلاقی اقدار اور فنونِ حرب کے اعتبار سے سب سے مؤثر ترین کتاب قرآن کریم ہے، ہدایتِ انسانی کا کوئی نصاب اور کوئی دعوت قرآن کریم کی تعلیم کے علاوہ نامکمل ہے۔

② اِقامتِ صلوٰۃ

کلمہ طیبہ کے بعد اسلام کا اولین فریضہ، دینِ اسلام کا امتیازی نشان اور اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق کا مضبوط ذریعہ نماز ہے۔

③ تفقہ فی الدین

دین کی اس قدر سمجھ کہ مسلمانوں میں اسلامی روح، دینی مزاج اور الہامی صلاحیت وبصیرت نکھر کر

سامنے آجائے تفقہ فی الدین کہلاتا ہے۔

تفقہ فی الدین اسلامی دعوت کا اہم ترین اور لازمی جزء ہے، اس کے علاوہ دعوت کا فریضہ مکمل طور پر ادا نہیں ہوسکتا، حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے تفقہ کا درس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا، اور یہ تفقہ جب انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں منتقل کیا گیا، تو ان کے اجتہادی فیصلے قیامت تک کے لیے دینِ اسلام کا حصہ بن گئے، جمعہ کی نماز کا قیام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ذریعہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجتہادی فیصلہ تھا، جو انہوں نے تفقہ فی الدین کے نتیجہ میں کیا، جو عن قریب آگے چل کر دینِ اسلام کا مکمل فریضہ بن گیا۔ اور حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص کہلوائے جنہوں نے مکہ مکرمہ سے بھی پہلے مدینہ منورہ میں جمعہ کا قیام فرمایا۔ (سیر أعلام النبلاء للذہبي، ذکر مبدأ خبر الأنصار، ج:۱، ص:۹۸، دار الحدیث، القاہرۃ)

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور اسلامی اَسالیبِ دعوت

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت' قرآن کریم کے اصولِ دعوت کے عین مطابق تھی، اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دعوت کے تین اسلوب بیان فرماتے ہیں:

''اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' (النحل:۱۲۵)

① -حکمتِ بالغہ ② -موعظہ حسنہ ③ -مجادلہ حسنہ

آپ نے جس طرح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی، وہ ان تینوں چیزوں کا مظہر ہے، سیرت اور تاریخ کی کتب میں اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ بنی ظفر کے چشمہ پر چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس داعیِ اسلام کو اپنے محلہ سے نکال دو جو یہاں آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر میرا اسعد بن زرارہ سے رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سن کر اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نیزہ اُٹھایا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر انتہائی سخت لہجہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ تم ہمارے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ۔''

اس قدر ناروا اور سخت گفتگو کے باوجود حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بڑی نرمی سے فرمایا:

''آپ تشریف رکھیں اور ایک بار ہماری دعوت سن لیں۔ اگر کوئی بات معقول اور آپ کی مرضی کے مطابق ہو تو قبول کر لیجیے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے۔''

اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تم نے انصاف کی بات کی ہے، اور متوجہ ہو کر سننے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر اسلام کے عقائد ومحاسن کو اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے دل میں ایمان کا نور چمکنے لگا اور بے تاب ہو کر کہنے لگے: کیسا اچھا مذہب ہے! اور کیسی بہتر ہدایت ہے! اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''غسل کیجیے، پاک صاف ہو جایئے، کپڑے بھی پاک صاف کر لیجیے اور اس کے بعد حق کی گواہی دیجیے اور نماز ادا کیجیے۔''

چنانچہ اُسید رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، غسل کیا، کپڑے پاک کیے، کلمۂ توحید پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر کہنے لگے: میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر اس نے بھی تمہاری پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی فرد اسلام سے باہر نہ رہے گا۔ میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ واپس لوٹے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی کہا: واللہ! ''اسید'' جس حالت میں گیا تھا، اس سے بالکل جدا حالت میں واپس آ رہا ہے۔ جب وہ آ کر مجلس میں کھڑے ہوئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی، واللہ! مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ جیسا تم پسند کرو، ہم ویسا ہی کریں گے۔ البتہ مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کر کے تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے، چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے ہوئے بڑی تیزی سے اُٹھے کہ کہیں بنی حارثہ ان کو واقعتاً قتل ہی نہ کر دیں، ان کے ہاتھ سے نیزہ لے کر تیزی سے ان کی طرف گئے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہاں حالات بالکل ٹھیک ہیں، تو وہ سمجھ گئے کہ اسید رضی اللہ عنہ نے یہ حیلہ صرف اس لیے کیا ہے، تاکہ مجھے ان لوگوں کی باتیں سنوائی جائیں، چنانچہ انہوں نے جاتے ہی ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے ابوامامہؓ! سنو، اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تمہیں یہ جرأت قطعاً نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلہ میں آ کر ایسی باتیں کرتے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔''

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کی گفتگو اور گالم گلوچ کو بڑے تحمل کے ساتھ سنا اور بڑی نرمی سے کہا: ''آپ ایک بار ہماری دعوت سن لیں، اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ کو پسند آئے تو اسے قبول کر لیجیے گا اور اگر اسے ناپسند کریں تو ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور کر دیا جائے گا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تم نے انصاف کی بات کہی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور سورۂ زخرف کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں، اور اسلام کا نقشہ کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ وہ فوراً ہی مسلمان ہوگئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ بنی عبد الاشہل کی طرف آئے، اور ان سے کہا: اے بنی عبد الاشہل! تم اپنے درمیان مجھے کس مقام کا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے سردار، آپ سب سے زیادہ خویش پرور، بہترین رائے والے اور بڑی عقل والے ہیں۔ انہوں نے کہا: تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ اور پھر شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ بنی عبد الاشہل نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زیرِ اثر اسلام قبول کرلیا۔ (سیر أعلام النبلاء للذهبي، ذكر مبدأ خبر الأنصار، ج:۱، ص:۹۸، دار الحديث، القاهرة)

داعی کی دس صفات حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سیرت کی روشنی میں

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ذاتی زندگی، ان کے اسلوبِ دعوت، اور منہجِ تبلیغ کا دقیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا ایک مؤثر ترین مبلغ، داعی، اور سفیرِ اسلام کو دس صفات کا حامل ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک صفت بھی مکمل طور پر کسی مبلغ اور داعی میں نہ پائی جائے تو اس کی دعوت وہ برگ و بار نہیں لاسکتی اور اس قدر مؤثر اور پھل دار نہیں ہوسکتی جتنی ہونی چاہیے، اور بہت ممکن ہے کہ ایسی دعوت کے معاشرہ میں برے نتائج ظاہر ہوں۔

❶-طلبِ علم

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے فوراً بعد اسلام کی سب سے پہلی درسگاہ دارِ ارقم میں طالب علم رہے، جس کے معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، آپ ہجرتِ حبشہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تربیت میں رہے۔ دین کا صحیح علم صاحب شریعت سے سیکھا اور سمجھا۔

طلبِ علم' داعی اور مبلغ کے لیے لازمی شرط ہے، علم کے حصول کے بغیر شریعت کا داعی اور ترجمان بننا شریعت کے لیے انتہائی خطرناک چیز ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص میڈیکل کی تعلیم کے بغیر از خود اپنے مطالعہ سے ڈاکٹر بن جائے، یقیناً یہ شخص انسانی معاشرے اور انسانی جانوں کا دشمن ثابت ہوگا، اور سرکاری اور غیر سرکاری کسی بھی سطح پر ایسا ڈاکٹر قابلِ قبول نہیں ہوسکتا، اسی طرح دینی تعلیم کے حصول اور اس کے صحیح فہم کے بغیر از خود مطالعہ کرکے بننے والا مبلغ، داعی اور شریعت کا ترجمان' اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے ایمان کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

❷-علم میں پختگی

علم کے حصول کے بغیر اگلا درجہ علم میں پختگی، اس کی عملی مشق، اور اس میں رسوخ کا ہے۔ اگر علم کا حصول برائے نام ہو، یا شریعت کے کسی خاص پہلو کا مطالعہ کیا ہوا ہو، تو ایسا شخص بھی شریعت کی کامل و مکمل تشریح اور کامل دین کا ترجمان نہیں بن سکتا۔ حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی علمی پختگی اُن کے اسلوبِ دعوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد سے مکمل طور پر عیاں ہوتی ہے۔

❸-اخلاص وللّٰہیت

دینی علوم کا حصول دنیاوی مقاصد، شہرت، طمع، حبِ جاہ اور حبِ مال ہو تو ایسا علم دنیا وآخرت میں وبالِ جان اور ابدی رسوائی کا ذریعہ ہے، کئی احادیثِ مبارکہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

❹-عمل صالح

علم میں پختگی اور رسوخ کی پہلی سیڑھی عمل صالح ہے، جو علم بغیر عمل کے ہو وہ غیر پھل دار درخت کی مانند ہے، ایسا علم اپنے اور دوسروں کے ایمان کے لیے نقصان دہ ہے۔ داعی کا اگر اپنی دعوت پر عمل ہی نہ ہو تو سامنے والے پر دعوت کا مثبت اثر ہونے کے بجائے برا اثر پڑتا ہے، اور اس کی وجہ سے دینِ اسلام میں مزید شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اقامتِ صلوٰۃ کی ذمہ داری سونپی گئی، جو اولین اور بلند ترین عمل صالح ہے۔

❺-لوگوں کے مرتبہ کے اعتبار سے گفتگو کرنا

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سرداروں سے سرداروں کے لب ولہجہ میں، ان کے مقام ومنزلت کی رعایت کرتے ہوئے، ان کی ذہنی سطح کے اعتبار سے گفتگو کرتے تھے، اور دیگر لوگوں سے ان کے مقام کے اعتبار سے۔ اس ضمن میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعوتی گفتگو کو بطور خاص ذہن میں رکھنا چاہیے۔

❻-اپنی دعوت پر مکمل یقین

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنی دعوت پر اتنا یقین تھا کہ سامنے والے مخاطبین سے فرماتے: ہماری گفتگو اور ہماری دعوت سن لو، اگر معقول، دل پسند اور حق پر مبنی نہ ہو تو آپ اس سے بہتر چیز کی طرف ہماری راہنمائی کر دیجیے گا۔ یہ اسلوب وہاں اختیار کیا جاتا ہے جہاں انسان کو اپنی بات کی حقانیت اور اس

کی تاثیر پر مکمل یقین ہو۔

❼-اطمینان ووقار اور بے خوفی

داعی کا لازمی اور خصوصی وصف اطمینان اور پر وقار رہنا ہے، کیوں کہ دعوت کے کام میں کسی بھی ناگوار صورت حال کا سامنا ہوسکتا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے سردار بھی ہیں، اور نیزہ لے کر غصہ کے عالم میں آپ کے پاس آرہے ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکمل مطمئن ٹھہرے رہے، اور فرمایا: کیا ہی اچھا ہوگا، اگر آپ ہماری دعوت سن لیں گے، اگر اچھی بات ہو تو قبول کرلیں، کیوں کہ آپ تو سردار ہیں، اور سردار اچھی بات لینے کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں، اور اگر بری لگے تو ہماری دعوت سے اِعراض کر لیجیے گا، یہی انداز سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رکھا گیا۔

❽-اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونا

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر انتہائی بااخلاق تھے، مسکرا کر ملنے کے عادی تھے، جس کی دلیل یہ ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ لوگ ان کی مجلس میں بیٹھنا، اور ان سے باتیں کرنا بہت پسند فرماتے تھے۔

❾-زبانی فصاحت

داعی کا ترجیحی وصف یہ ہے کہ زبانی فصاحت، لسانی بلاغت، اور جملوں کی ادائیگی میں شستگی رکھتا ہو۔ حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا اندازِ گفتگو اتنا نرالہ اور مؤثر ہوتا تھا کہ آپ کی مجلس سے اُٹھنا لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔

❿-قرآن کریم سے استدلال

داعی اور مبلغِ اسلام کے لیے لازمی اور ضروری وصف یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت کو قرآن کریم سے مزین کرے، قرآن کی دعوت، کائنات کی مؤثر ترین دعوت ہے، قرآنی قصص کا بیان، قرآنی آیات کی تلاوت، اور قرآنی دلائل بیان کرنے سے نہ صرف دعوت مؤثر بنتی ہے، بلکہ ایسی دعوت کو دوام وبقاء اور جاویدانی ملتی ہے۔

دین اسلام الحمد للہ کامل ومکمل دین ہے، جس کا نصاب قرآن وسنت ہے، اور اس نصاب میں دینی دعوت کے ہر پہلو کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے، اس لیے اسے بلا سند جھوٹے قصوں کے سہارے کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور مجھ جیسے تمام طلبہ کو ان صفات سے متصف فرمائیں، اور اپنے دین کا داعی، مبلغ، سفیر اور حقیقی ترجمان بنائیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

کرپٹوکرنسی کی ماہیت وحقیقت

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ، (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

یہ سائنسی طور پر ثابت ہے کہ بٹ کوائن نہ تو حسّی طور پر موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی ڈیجیٹل طور پر ان کا کوئی وجود ہے۔ یہ بات غیر ماہرین کے لیے تو حیران کُن ہوسکتی ہے، مگر سائنسدانوں اور محققین کے سامنے بٹ کوائن کی باریکیاں بالکل واضح ہیں۔ ذیل میں ہم بٹ کوائن کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو سمیت معروف محققین اور سائنسدانوں کے بٹ کوائن کی تکنیکی ماہیت وحقیقت سے متعلق ٹھوس سائنسی اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ یہ سائنسی شواہد اتنے واضح ہیں کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

’’درحقیقت کوائن موجود نہیں ہوتے، صرف ٹرانزیکشن ہوتی ہیں جو کہ ملکیت کے حقوق تفویض کرتی ہیں، لہٰذا ایک کوائن کا حقیقی مساوی جو ہم سوچ سکتے ہیں وہ دراصل ٹرانزیکشن کی ایک چین ہے۔‘‘[۱]

’’بٹ کوائن یونٹ آف اکاؤنٹ ہیں جو کہ انفرادی نمبرز اور لیٹرز سے کرنسی کی اِکائی بناتا ہے، اس کی قیمت صرف اس لیے ہے، کیونکہ صارفین اس کے لیے ادائیگی کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔‘‘[۲]

’’سچائی یہ ہے کہ بٹ کوائن یا والٹ جیسی کوئی چیز نہیں ہے، بس ایک کوائن کی ملکیت کے بارے میں نیٹ ورک کے درمیان معاہدہ ہے۔ لین دین کرتے وقت نیٹ ورک پر فنڈز کی ملکیت ثابت کرنے کے لیے ایک ’’پرائیویٹ کی‘‘ کا استعمال کیا جاتا ہے۔‘‘[۳]

’’بٹ کوائن ہر کوائن کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ یہ محفوظ کرتا ہے کہ کون اس کوائن کا مالک ہے۔ اس کے بجائے یہ ایک ڈسٹری بیوٹڈ لیجر بک سسٹم کا استعمال کرتا ہے (جسے ’’بلاک چین‘‘ کہا جاتا ہے) اس منطق کی بنیاد پر کہ اگر آپ کو ہر ٹرانزیکشن کے بارے میں معلوم ہے جو کہ کسی ایڈریس نے کی ہے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے رقم ہے کہ نہیں۔‘‘[۴]

’’ہم الیکٹرانک کوائن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر ہے۔ ہر مالک پچھلے لین دین کے ہیش اور اگلے مالک کی ’’پبلک کی‘‘ پر ڈیجیٹل طور پر دستخط کرکے اور کوائن کے

آخر میں ان کو شامل کر کے کوائن کو اگلے کو منتقل کرتا ہے۔ ایک وصول کنندہ ملکیت کی چین کی تصدیق کے لیے دستخطوں کی تصدیق کرسکتا ہے۔''[۵]

''بٹ کوائن ایک الیکٹرانک، ورچوئل کرنسی ہے جس کی سِکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے۔''[۶]

''ایک سِکّہ، یا اس کا حصہ، بٹ کوائن لیجر میں صرف ایک ٹرانزیکشن ہے۔ بٹ کوائن کی ملکیت ایک ''پبلک کی'' (pk) کے ذریعے ثابت کی جاتی ہے، جس کی خفیہ ''پرائیویٹ کی'' صرف درست مالک کے پاس ہوتی ہے۔''[۷]

''بٹ کوائن کے معاملے میں، ہر ٹرانزیکشن ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں کرنسی کی منتقلی کی نمائندگی کرتا ہے۔ تمام کمپیوٹر ہر ایڈریس پر موجودہ بیلنس سے آگاہ ہوتے ہیں اور موجودہ بلاک چین کی ایک کاپی کو برقرار رکھتے ہیں، جو کہ پچھلے لین دین کی تاریخ پر مشتمل ریکارڈ ہے۔ ہر ٹرانزیکشن کے بعد بلاک چین کی حالت بدل جاتی ہے۔''[۸]

''حقیقت میں، بٹ کوائن ڈیجیٹل دستخطوں کا ایک سلسلہ ہے۔''[۹]

''اپنے نام کے باوجود، بٹ کوائن میں کوئی سکے نہیں ہیں سوائے نمبروں اور حروف کے جو کرنسی کی اکائیوں کو تشکیل دیتے ہیں۔''[۱۰]

''تکنیکی نقطۂ نظر سے بٹ کوائن جیسی کرپٹو کرنسی کے لیجر کو 'حالت کی منتقلی' کے نظام کے طور پر سوچا جاسکتا ہے، جہاں پر ایک ''حالت'' ہوتی ہے جو کہ تمام موجودہ بٹ کوائنز کی ملکیت کو ظاہر کرتی ہے اور ایک ''حالت کی منتقلی کا فنکشن'' ہوتا ہے جو ایک حالت اور ایک ٹرانزیکشن لیتا ہے اور نتیجہ کے طور پر ایک نئی حالت پیدا کرتا ہے۔''[۱۱]

''بٹ کوائن ایک ڈیجیٹل کرنسی کا نظام ہے جس کی بنیاد پیئر ٹو پیئر ورچوئل ڈیٹا پر ہے۔ بٹ کوائنز کو استعمال کرنے کے لیے لوگوں کو کمپیوٹر پر بٹ کوائن ''والٹ'' انسٹال کرنا ضروری ہے۔ اس والٹ میں ایک باقاعدہ اپ ڈیٹ فائل کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جس میں اب تک کی گئی تمام بٹ کوائن ٹرانزیکشن کی فہرست ہے۔ بٹ کوائن کو ''پبلک اور پرائیویٹ کی کرپٹولوجی'' کے امتزاج کا استعمال کرتے ہوئے دوسرے صارف کے والٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ ٹرانزیکشن میں بٹ کوائنز کی تعداد شامل ہے، بشمول فریکشنز، اور ایک ٹرانزیکشن-منفرد ڈیجیٹل دستخط، جو ''پرائیویٹ کی'' کے ذریعے محفوظ ہے۔''[۱۲]

’’مختصراً، ایک بٹ کوائن کو ایک مالک سے دوسرے مالک کے درمیان ٹرانزیکشن کے ایک سلسلے (چین) کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے، جہاں مالکان کی شناخت ’’پبلک کی‘‘ کے ذریعے سے ہوتی ہے، جو تخلص کے طور پر کام کرتی ہے۔‘‘[۱۳]

مندرجہ بالاٹھوس سائنسی حوالہ جات کے اقتباسات سے یہ اُمور واضح ہوتے ہیں کہ:

- بٹ کوائن حسّی طور موجود نہیں ہوتے۔
- بٹ کوائن کی سکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے۔
- بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود نہیں ہوتے۔
- بٹ کوائن میں ڈیجیٹل کوائن موجود نہیں ہوتے۔
- بٹ کوائن ہر کوائن کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ یہ محفوظ کرتا ہے کہ کون اس کوائن کا مالک ہے۔
- بٹ کوائن ڈیجیٹل دستخطوں (سگنیچرز) کی زنجیر ہے۔[۱۴]
- بٹ کوائن میں صرف ٹرانزیکشن ہوتی ہیں جو کہ ملکیت کے حقوق تفویض کرتی ہیں۔
- بٹ کوائن کو قبضے میں نہیں لیا جاسکتا۔
- بٹ کوائنز کو استعمال کرنے کے لیے لوگوں کو کمپیوٹر پر بٹ کوائن ’’والٹ‘‘ انسٹال کرنا ضروری ہے۔ اس والٹ میں ایک باقاعدہ اپ ڈیٹ فائل کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جس میں اب تک کی گئی تمام بٹ کوائن ٹرانزیکشن کی فہرست ہے۔
- صارفین کے درمیان صرف ٹرانزیکشن کا تبادلہ ہوتا ہے، نہ کہ بٹ کوائن کا۔
- یہ لیجر کی حالت ہوتی ہے جو کہ اَپ ڈیٹ ہوتی ہے، جس کی بنیاد پر بٹ کوائن کا بیلنس معلوم کیا جاتا ہے۔
- بٹ کوائن کا بیلنس معلوم کرنے کی منطق یہ ہے کہ اگر آپ کو ہر ٹرانزیکشن کے بارے میں معلوم ہے جو کہ کسی ایڈریس نے کی ہے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے رقم ہے کہ نہیں۔
- بٹ کوائن کو ’’پبلک اور پرائیویٹ کی کرپٹولوجی‘‘ کے امتزاج کا استعمال کرتے ہوئے دوسرے صارف کے والٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ ’’پبلک‘‘ اور ’’پرائیویٹ کی‘‘ روایتی بینک کے اکاؤنٹ میں یوزر نیم اور پاس ورڈ کے مساوی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیوں بٹ کوائن کی ماہیت کے بارے میں لوگ غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں؟ کچھ

لوگ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے ایک کرپٹوکرنسی والٹ انسٹال کیا ہے، جو ان کے بٹ کوائن کا بیلنس دکھاتا ہے، اور وہ بٹ کوائن کو ایک ایڈریس سے دوسرے ایڈریس پر کامیابی سے منتقل کرسکتے ہیں، لہٰذا اس لیے وہ یہ یقین کرنا شروع کردیتے ہیں کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ بٹ کوائن کے ڈیجیٹل وجود کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یہ یقین کرنا کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہوتے ہیں، تکنیکی اور سائنسی طور پر غلط ہے۔ اس غلط فہمی کی تردید کے لیے اور بٹ کوائن کے ڈیجیٹل وجود سے متعلق اس افسانے کی حقیقت کو ہم حتمی طور پر آشکار کرتے ہیں۔

کرپٹوکرنسی کی ماہیت سمجھنے کے لیے کچھ مثالیں

مثال نمبر: ۱

ٹرانزیکشن کی ایک تعریف یہ ہے کہ:

''ٹرانزیکشن فریقین کے درمیان اَثاثوں کی منتقلی کی ریکارڈنگ ہے۔''[۱۵]

ٹرانزیکشن کی اس سادہ سی تعریف میں تین اہم پہلو ہیں: اول: ''فریقین''، دوم: ''اثاثے'' اور سوم: ''منتقلی''۔ ٹرانزیکشن (لین دین) کی ریکارڈنگ کسی بھی روایتی طریقے جیسے کہ فزیکل رجسٹر اور کاپیاں، یا ڈیجیٹل طور پر کمپیوٹر کا استعمال کرتے ہوئے کی جاسکتی ہے۔ اب ہم چند سوالات پوچھتے ہیں۔

۱- اگر کوئی منتقلی نہیں ہوئی تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہوگئی؟

۲- اگر کوئی اثاثہ (مبیع یا فروخت کی چیز) موجود نہیں ہے تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہوگئی؟

۳- اگر کوئی فریق شامل نہیں ہے تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہوگئی؟

اسلامی قوانین کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات علمائے کرام نے خرید وفروخت کی کچھ بنیادی شرائط بتائی ہیں۔ ذیل میں ہم ایسی ہی کچھ شرائط کا کتاب ''An Introduction to Islamic Finance'' سے ذکر کرتے ہیں۔

''پہلی شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت وجود میں آچکی ہو۔

دوسری شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت فروخت کرنے والے کی ملکیت میں ہو۔

تیسری شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت فروخت کرنے والے کے ... قبضے میں ہو۔

چوتھی شرط: بیع غیر مشروط اور فوری طور پر نافذ العمل ہو۔

پانچویں شرط: بیچی جانے والی چیز ایسی ہو جس کی کوئی قیمت ہو۔

چھٹی شرط: بیچی جانے والی چیز ایسی نہ ہو جس کا حرام مقصد کے علاوہ کوئی اور استعمال ہی نہ ہو، جیسے خنزیر یا شراب وغیرہ۔

ساتویں شرط: جس چیز کی بیع ہو رہی ہو وہ واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے اور خریدار کو اس کی شناخت کرائی جانی چاہیے۔

آٹھویں شرط: بیچی جانے والی چیز پر خریدار کا قبضہ کرایا جانا یقینی ہو، یہ قبضہ محض اتفاق پر مبنی یا کسی شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہونا چاہیے۔

نویں شرط: قیمت کا تعین بھی بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری شرط ہے، اگر قیمت متعین نہیں ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

دسویں شرط: بیع میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے۔'' [۱۶]

اب مندرجہ بالا تین سوالات اور شریعت میں خرید وفروخت کے مندرجہ بالا بنیادی شرائط کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے! بٹ کوائن کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ۳/جنوری سن ۲۰۰۹ء کو ساتوشی ناکاموٹو نے ایک نئے کھاتے (بٹ کوائن لیجر) کی شروعات کی جس میں ایک ایڈریس کے سامنے پچاس بٹ کوائن کا محض اندراج کیا۔ یہ پہلی ٹرانزیکشن تھی جو کبھی ہوئی تھی اور بٹ کوائن لیجر میں درج کی گئی تھی۔ اس پہلی ٹرانزیکشن کے بارے میں ہم ٹرانزیکشن آئی ڈی کے بارے میں جانتے ہیں، ہم تاریخ اور وقت کے بارے میں جانتے ہیں، اور بٹ کوائن کی کتنی تعداد اس ٹرانزیکشن میں لکھی گئی اس بارے میں بھی جانتے ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ پچاس بٹ کوائن کا اندراج (مائننگ کے عمل کے نتیجے میں) ایک ایڈریس پر ہوا جو کہ ساتوشی ناکاموٹو کا تھا۔ اُس وقت ان پچاس بٹ کوائن کی کوئی ذاتی یا خارجی قدر نہیں تھی۔ یہ صرف ایک سادہ سی ٹرانزیکشن تھی جسے کھاتے (لیجر) میں اندراج کیا گیا تھا جس میں کوئی اَثاثہ موجود نہیں تھا، کوئی اَثاثہ منتقل نہیں کیا گیا تھا، اور کوئی فریق شامل نہیں تھا۔

مفتیانِ کرام کے مطابق بٹ کوائن کی یہ سادہ سی ٹرانزیکشن شریعت میں خرید وفروخت کی کئی بنیادی شرائط (شرط نمبر ۱، ۲، ۳ اور ۵) کی بیک وَقت خلاف ورزی کر رہی ہے، لہٰذا بٹ کوائن کی خرید وفروخت محض ''مبیع کے بغیر ٹرانزیکشن کی خرید وفروخت'' ہے۔ ہمیں یہ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ محض ''کھاتے (لیجر) میں پیسے کا اندراج پیسہ نہیں ہے''۔ بٹ کوائن کسی بھی اَثاثے کی نمائندگی نہیں کرتا ہے، لہٰذا بٹ کوائن کے تناظر میں مبیع کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا، جس پر ملکیت اور قبضہ ہو سکے اور نتیجتاً بٹ کوائن کی ملکیت اور قبضے کا تعین ٹرانزیکشن کرنے یا محض کھاتے میں اندراج کرنے سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

مثال نمبر: ۲

بٹ کوائن کی صحیح نوعیت کو سمجھنے کے لیے ایک اور مثال لیتے ہیں۔ ایک شخص ''الف'' ایک نئی کرپٹو کرنسی کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کا نام ''کراچی کوائن'' KHC رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایک تصوراتی کرنسی ہے، لہٰذا اس کی کوئی ذاتی قدر نہیں ہے۔ نیز شروع میں لوگ اس کرپٹو کرنسی کی قدر تسلیم نہیں کرتے۔ ''الف'' اس فرضی کرپٹو کرنسی کا مُوجِد ہے، لہٰذا وہ اس کرپٹو کرنسی کے کھاتے کی شروعات کھاتے میں اندراج کے ذریعے کرتا ہے۔

Tx ID	Details	KHC Amount	Value in US$	Date
001	الف – 25 *KHC*	25 KHC	0 $	10th Jan 2024
002	ب – 50 *KHC*	50 KHC	0 $	12th Jan 2024
003	ج – 10 *KHC*	0 KHC	0 $	15th Jan 2024

ٹیبل نمبر ۱: کھاتے میں درج کچھ ٹرانزیکشن جو کہ مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھا رہی ہیں۔

جیسا کہ قارئین ٹیبل نمبر ۱ میں دیکھ سکتے ہیں کہ ''الف'' نے کھاتے میں صرف کچھ ٹرانزیکشن کا اندراج کیا ہے، جس میں مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھایا ہے۔ اب ''ب'' تیس کراچی کوائن ''ج'' کو منتقل کرتا ہے۔ کھاتے کی نئی حالت ٹیبل نمبر ۲ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

Tx ID	Details	KHC Amount	Value in US$	Date
001	الف – 25 *KHC*	25 *KHC*	0 $	10th Jan 2024
002	ب – 50 *KHC*	50 *KHC*	0 $	12th Jan 2024
003	ج – 0 *KHC*	0 *KHC*	0 $	15th Jan 2024
004	"ب" نے ۳۰ کراچی کوائن "ج" کو منتقل کیے			17th Jan 2024
	ب کے پاس اب	20 *KHC*	0 $	
	ج کے پاس اب	30 *KHC*	0 $	

ٹیبل نمبر ۲: کھاتے میں درج کچھ ٹرانزیکشن جو کہ مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھا رہی ہیں۔

اب ''ج'' یہ کہتا ہے کہ میں ۳۰ کراچی کوائن کا مالک ہوں۔ یہ ۳۰ کراچی کوائن مجھے ڈیجیٹل طور پر منتقل کیے گئے تھے، کیا کوئی اس کو تسلیم کرے گا؟ نہیں، عقلِ سلیم یہ کہتی ہے کہ اس طرح کی ملکیت قابلِ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ یہ صرف کھاتے میں ٹرانزیکشن کا اندراج ہے اور ''مبیع'' سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اصل میں یہ ۳۰ کراچی کوائن جو کہ ''ج'' کی ملکیت ہیں یہ صرف کھاتے میں فرضی نمبروں کا اندراج ہے۔ ان ۳۰ کراچی کوائن کا سافٹ وئیر کی طرح کوئی ڈیجیٹل وجود بھی نہیں ہے۔ اب اگر کچھ وقت گزرنے کے بعد لوگ ان کراچی

کوائن کی خرید و فروخت کرنا شروع کر دیں اور یہ یقین کرنا شروع کر دیں کہ ان کراچی کوائن کی کوئی ''قدر'' ہے، یہ سمجھنا بالکل بے بنیاد ہوگا اور اسی طریقے سے تخیلاتی معیشت کو بنایا جاتا ہے۔

جب لوگ دیکھتے ہیں کہ کراچی کوائن KHC کی خرید و فروخت مارکیٹ میں ہو رہی ہے اور لوگ ان کراچی کوائن KHC کو ٹریڈ کرنے کے بعد بہت زیادہ رقم کما رہے ہیں تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ کراچی کوائن KHC ڈیجیٹل طور پر موجود ہیں، اور یہ ''ڈیجیٹل اثاثے'' ہیں۔ نیز وہ یہ بھی یقین کرنے لگتے ہیں کہ کراچی کوائن کسی کی ملکیت میں بھی آسکتے ہیں اور انہیں منتقل بھی کیا جا سکتا ہے۔ بس یہیں ان سے غلطی ہوئی ہے۔ درحقیقت کراچی کوائن KHC کی تجارت مبیع کے بغیر لین دین کی تجارت کی طرح ہے اور بٹ کوائن کے معاملے میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔

ٹیبل نمبر ۲ میں ہم ٹرانزیکشن (Tx) ID 004 سے ٹرانزیکشن (Tx) ID 001 تک پیچھے جا سکتے ہیں اور حساب لگا سکتے ہیں کہ ''ج'' کو یہ ۳۰ کراچی کوائن کب اور کہاں سے موصول ہوئے۔ منی ٹریل واضح ہے، یہ شخص ''ب'' تھا جس نے شخص ''ج'' کو ۳۰ کراچی کوائن منتقل کیے اور شخص ''ب'' کے پاس اصل پچاس کراچی کوائن تھے اور جو ان پچاس کراچی کوائن کا مالک بنا کھاتے میں ان فرضی نمبروں کے اندراج سے اور ان پچاس کراچی کوائن کے پیچھے کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ اب یہ ایک ستم ظریفی ہوگی کہ اگر ہم اس ''ٹرانزیکشن کی زنجیر'' کو کراچی کوائن کہنا شروع کر دیں اور یہ یقین کرنا شروع کر دیں کہ یہ کراچی کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہیں اور بٹ کوائن کے اندر بھی بالکل ایسا ہی معاملہ ہوا تھا۔

مثال نمبر: ۳

''الف'' ہزار روپے قرض لیتا ہے ''ب'' سے۔ پھر ''الف'' ایک تحریر ''ب'' کو لکھتا ہے کہ میں آپ کو ایک ماہ میں یہ ہزار روپے واپس کر دوں گا، پھر اس پر اپنے دستخط کرتا ہے، یہ قرض کی رسید بن جاتی ہے۔ اب اگر لوگ اس قرض کی رسید بیچنا شروع کر دیں؟ یاد رکھیں کہ یہ صرف قرض کی ''رسید'' ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ شریعتِ اسلامی میں قرض کی فروخت ممنوع ہے۔ [۱۷]

اب تصور کریں کہ گر کوئی شخص ایک خالی کاغذ لے اور اس پر اپنے دستخط کرے، جب کہ کسی طرح کا بھی مبیع موجود نہ ہو، بغیر کسی مبیع کے اس خالی دستخط کی کیا اہمیت ہے؟

امریکہ کے نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسٹینڈرڈ اینڈ ٹیکنالوجی، ڈیپارٹمنٹ آف کامرس کے ڈیجیٹل دستخط کے معیار کے مطابق ڈیجیٹل دستخط کی تعریف یوں ہوگی:

''ڈیجیٹل دستخط تحریری دستخط کا ایک الیکٹرانک مساوی ہے؛ ڈیجیٹل دستخط کا استعمال اس بات کی

یقین دہانی کے لیے کیا جاسکتا ہے کہ دعویٰ کرنے والے نے معلومات پر دستخط کیے ہیں۔‘‘[۱۸]

بٹ کوائن کے تناظر میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے، یعنی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جارہا ہے۔ نتیجتاً ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے بٹ کوائن میں ’’مبیع‘‘ سمجھا جاسکے۔ بٹ کوائن کے تناظر میں یہ صرف ’’ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر‘‘ ہے جس کو فروخت کیا جارہا ہے اور یہ وہی بات ہے جو کہ بٹ کوائن کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو میں بٹ کوائن کے وائٹ پیپر میں درج کی ہے۔

’’ہم الیکٹرانک کوائن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر ہے۔ ہر مالک پچھلے لین دین کے ہیش اور اگلے مالک کی ’’پبلک کی‘‘ پر ڈیجیٹل طور پر دستخط کرکے اور کوائن کے آخر میں ان کو شامل کرکے کوائن کو اگلے کو منتقل کرتا ہے۔ ایک وصول کنندہ ملکیت کی چین کی تصدیق کے لیے دستخطوں کی تصدیق کرسکتا ہے۔‘‘[۱۹]

مندرجہ بالا تین مثالیں بٹ کوائن کی صحیح تکنیکی نوعیت کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں۔ ان مثالوں سے یہ بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیوں عام لوگ بٹ کوائن کی نوعیت سے اُلجھ جاتے ہیں اور یہ ماننا شروع کردیتے ہیں کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہے۔ ہم نے تکنیکی اور سائنسی طور پر ثابت کیا ہے کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر بھی موجود نہیں ہے۔

نئی کرپٹوکرنسی بننے کا عمل (کرپٹوکرنسی مائننگ)

نئی کرپٹوکرنسی (بٹ کوائن) مائننگ کے عمل سے وجود میں آتی ہے۔ مائننگ کے عمل میں مائنرز کے درمیان مسابقت ہوتی ہے، کوئی اسے دریافت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اور بیشتر ناکام۔ مائننگ کے عمل میں بہت غیر یقینی صورتِ حال ہوتی ہے، یعنی اس بات کی گارنٹی نہیں ہوتی کہ کوئی مائنر اپنے وسائل لگاکر مائننگ کے عمل میں کامیاب بھی ہوجائے گا۔ یعنی مائنر اپنے وسائل (کمپیوٹر اور بجلی) کو خرچ کرتا ہے، لیکن اسے اس کا صلہ ملنا یقینی نہیں ہوتا۔ عام کرپٹوکرنسی صارف کے لیے مائننگ کے عمل میں کامیاب ہونے کا کھربوں احتمالات میں سے ایک احتمال ہوتا ہے۔ نیز کرپٹوکرنسی مائننگ کے ذیل میں یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ ’’کرپٹوکرنسی کے اندر ٹرانزیکشن (عقود) کا نفاذ دوسروں پر موقوف ہے اور اس کے بغیر ٹرانزیکشن مکمل نہیں ہوتی۔‘‘

’’جب کوئی صارف لیجر میں ٹرانزیکشن شامل کرنا چاہتا ہے، تو ٹرانزیکشن ڈیٹا کو انکرپٹڈ (خفیہ) کیا جاتا ہے اور نیٹ ورک پر دوسرے کمپیوٹرز کے ذریعے کرپٹوگرافک الگورتھم کا استعمال کرتے ہوئے تصدیق کی جاتی ہے۔ اگر کمپیوٹرز کی اکثریت کے درمیان اتفاقِ رائے ہے کہ ٹرانزیکشن درست ہے، تو ڈیٹا کا ایک نیا بلاک چین میں شامل کیا جاتا ہے اور نیٹ ورک پر موجود سبھی لوگوں کے ذریعے شیئر کیا جاتا ہے۔‘‘[۲۰]

ایک اور اہم مسئلہ میم پول Mempool سے ٹرانزیکشن کے انتخاب سے متعلق ہے۔ مائنرز

درحقیقت میم پول سے ٹرانزیکشن کا انتخاب کرتے ہیں اور انہیں بلاک کی شکل میں جمع کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرانزیکشن کا انتخاب مائنرز کی مرضی پر منحصر ہے۔ چونکہ ٹرانزیکشنز کو منتخب کرنے کے پیچھے انعام ہوتا ہے، اس لیے عام طور پر وہ ٹرانزیکشنز منتخب کی جاتی ہیں جن کی ٹرانزیکشن فیس زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ ٹرانزیکشن کو دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے اور کم فیس والی ٹرانزیکشن زیادہ وقت تک انتظار کرتی ہیں۔[۲۱] مائنرز بلاکس میں ان ٹرانزیکشن کو ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں جن کی فیس بہت زیادہ ہوتی ہے اور انہیں ''وہیل ٹرانزیکشنز'' کہتے ہیں۔ کیا آپ ایک ایسے مالیاتی نظام کا تصور کر سکتے ہیں جس میں ٹرانزیکشن کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جاتا ہو؟ جی ہاں، یہ بٹ کوائن کے بنیادی ڈیزائن میں ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ٹرانزیکشن کی توثیق کا انحصار دوسرے شرکاء پر ہوتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی کسی تجارتی ٹرانزیکشن (لین دین) کے بارے میں سوچا ہے جس میں آپ کو لازمی دنیا بھر کے ہزاروں لوگوں سے اس کی توثیق کرنی ہوگی؟ کیا یہ حیران کن اور غیر معقول نہیں ہے؟ مگر اس کے باوجود یہ بٹ کوائن کی اصل ماہیت ہے، لہٰذا علمائے کرام کے مطابق بٹ کوائن کے مائننگ کے عمل میں شرعی طور پر دو بنیادی نقائص پائے جاتے ہیں:

- بٹ کوائن میں ٹرانزیکشن کی توثیق کا انحصار دوسرے شرکاء پر ہوتا ہے اور اس کے بغیر ٹرانزیکشن مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ آسان الفاظ میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ٹرانزیکشن (بٹ کوائن) بھیجتا ہے، تو یہ سادہ ٹرانزیکشن اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ بٹ کوائن نیٹ ورک میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت اس ٹرانزیکشن کی توثیق نہیں کر لیتی۔ ٹرانزیکشن کی توثیق کا یہ عمل شرعی طور پر درست نہیں۔
- کرپٹو کرنسی مائننگ کے عمل میں کافی غیر یقینی صورت حال ہے، یعنی اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ مائنر اپنے وسائل کی سرمایہ کاری کر کے مائننگ کے عمل میں کامیاب ہوگا۔ یہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ مائننگ کے عمل میں غیر یقینی یعنی ''غرر'' ہے جو کہ شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔

عالمی معاشی ماہرین کی کرپٹو کرنسی سے متعلق آراء

کرپٹو کرنسی پر مالیاتی ماہرین اور ماہرینِ اقتصادیات کی طرف سے لکھے گئے سائنسی مضامین کی بہتات ہے جنہوں نے کرپٹو کرنسی پر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ ہم یہاں چند نمائندہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں، تاکہ ہمارے قارئین سمجھ سکیں کہ سنجیدہ مالیاتی ماہرین اور ماہرین اقتصادیات بھی بٹ کوائن کو زَر، ڈیجیٹل کرنسی، یا ڈیجیٹل اثاثہ نہیں سمجھتے۔

یورپی یونین کی اقتصادی اور مالیاتی امور کی کمیٹی یہ کہتی ہے:[۲۲]

’’ڈیجیٹل کرنسیوں کو بطور آلۂ مبادلہ Medium of Exchange استعمال نہیں کیا جا رہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ کرپٹو کرنسیوں کو بطور قدر شمار کرنے کے Unit of Account استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کرپٹو کرنسیاں، کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا نہیں اُترتیں۔‘‘

’’یورپی سپروائزری اتھارٹیز صارفین کو خبردار کرتی ہیں کہ بہت سے کرپٹو اثاثے انتہائی رسکی اور سٹے بازی یعنی قیاس آرائی پر مبنی ہیں۔ یہ زیادہ تر ریٹیل صارفین کے لیے بطور سرمایہ کاری یا ادائیگی یا تبادلے کے لیے موزوں نہیں ہیں۔‘‘[۲۳]

کیون ڈیوس، جو یونیورسٹی آف میلبورن، آسٹریلیا میں فنانس کے پروفیسر ہیں، سمجھتے ہیں کہ کرپٹو جوا ہے، جس کا کوئی سماجی فائدہ نہیں ہے، اور یہاں تک کہ کرپٹو کرنسی کے لیے ’’سرمایہ کاری‘‘ یا ’’کرپٹو اثاثے‘‘ کی اصطلاحات استعمال کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے حالیہ مضمون میں لکھا:

’’دوسرا، اصطلاح ’’اثاثہ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شے یا تو جاری کنندہ کی ذمہ داری ہے، یا مادّی یا غیر مادّی اثاثہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتی ہے، جس میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ مستقبل کی آمدنی یا سروسز آف ویلیو پیدا کرنے کے لیے استعمال ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کرپٹو آئٹم کی واحد ممکنہ قیمت یہ ہے کہ کوئی دوسرا جُواری انہیں زیادہ قیمت پر خریدنے کے لیے تیار ہوسکتا ہے۔‘‘[۲۴]

ایک سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ:

’’بٹ کوائن کسی دوسرے بڑے اثاثہ کی کلاس کے برعکس ہے۔ بٹ کوائن اپنے متعارف ہونے کے بعد سے بہت غیر مستحکم رہا ہے۔ خاص طور پر اس کا اتار چڑھاؤ فیصلہ کن طور پر سونے، امریکی ڈالر، یا اسٹاک مارکیٹوں کے اُتار چڑھاؤ سے زیادہ ہے (جس کی نمائندگی MSCI ورلڈ انڈیکس کرتا ہے)۔

بٹ کوائن سونا Gold اور امریکی ڈالر US Dollar اور دیگر اثاثوں سے کسی طرح بھی مماثلت نہیں رکھتا۔ بٹ کوائن کا بہت زیادہ نفع دینا اور اُتار چڑھاؤ سونے یا امریکی ڈالر کے مقابلے میں ایک انتہائی قیاس آرائی (سٹے بازی) پر مبنی اثاثہ سے مشابہت رکھتا ہے۔‘‘[۲۵]

ایک حالیہ سائنسی تحقیق میں ثابت کیا گیا ہے کہ اُن تمام بٹ کوائن میں سے جو کہ آج کل سرکولیشن میں ہیں ایک فیصد سے بھی کم یعنی 0.01 فیصد ایڈریس 58.2 (اٹھاون اعشاریہ دو فیصد) بٹ کوائن رکھتے ہیں۔[۲۶] لہٰذا بٹ کوائن بھی Pareto Distribution کی پیروی کرتا ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی بھی ملک کے معاشی

نظام میں ۲۰ فیصد لوگ ۸۰ فیصد دولت کو کنٹرول کرتے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مجموعی طور پر کرپٹوکرنسی اعداد وشمار کے مطابق اس سے بھی بری ہے۔ انہی محققین نے آٹھ مختلف کرپٹوکرنسیوں میں دولت کی تقسیم کا بھی تجزیہ کیا، یعنی ایک فیصد لوگوں (ایڈریس) کے پاس کُل کتنے مقدار کی کرپٹوکرنسی ملکیت میں ہیں۔

محققین نے ''بٹ کوائن بیلنس کے حساب سے سب سے بڑا والٹ''، ''صارف کی ٹرانزیکشن کی سرگرمیاں''، اور ''مختلف اقسام کے بٹ کوائن استعمال کرنے والوں (مائنرز، ایکسچینج، ریٹیلر، وغیرہ) میں دولت کی تقسیم'' پر ایک بہترین تکنیکی تحقیق کی ہے۔[۲۷] ایک اور تحقیق میں محققین نے ثابت کیا ہے کہ: ''بٹ کوائن کے ایک فیصد سے بھی کم صارفین ۹۵ فیصد سے زیادہ مارکیٹ والیم (حجم) میں حصہ ڈالتے ہیں۔''[۲۸]

ایک سائنسی تحقیق بٹ کوائن کے استعمال اور اس کا دیگر اثاثوں سے مقابلے کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ محققین کی تحقیق کا خلاصہ ہے کہ:

''بٹ کوائن کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے روایتی اثاثہ جات کے ساتھ جیسے اسٹاک، بانڈز اور کموڈٹیز، چاہے وہ عام اوقات ہوں یا مالیاتی بحران کے دن ہوں۔ بٹ کوائن ٹرانزیکشن کے اعداد وشمار کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ بٹ کوائن بنیادی طور پر ایک قیاس آرائی (سٹے بازی) پر مبنی سرمایہ کاری کے طور پر استعمال ہوتے ہیں نہ کہ متبادل کرنسی اور بطور آلۂ مبادلہ۔''[۲۹]

مجموعی طور پر ان محققین نے بٹ کوائن کا موازنہ پانچ اثاثوں کی کلاسوں یعنی ایکویٹی S&P500 اور S&P600 ، قیمتی دھات (گولڈ اور سلور سپاٹ)، چھ مختلف کرنسی جوڑے (EUR/USD، AUD/USD، JPY/USD، GBP/USD، CNY/ USD، HUF/USD) توانائی (WTI کروڈ آئل انڈیکس، HH نیچرل گیس انڈیکس)، اور بانڈ (بلومبرگ یوایس کارپوریٹ بانڈ انڈیکس، بلومبرگ یوایس ٹریژری بانڈ انڈیکس، بلومبرگ USD ہائی ییلڈ کارپوریٹ بانڈ انڈیکس) سے کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بٹ کوائن تمام روایتی اثاثوں کی کلاسوں سے مختلف ہے۔

انہی محققین نے تحریر کیا ہے کہ تقریباً دو سے پانچ فیصد لوگوں نے بٹ کوائن کو چیزوں اور اشیاء کی خریداری کے لیے استعمال کیا، جبکہ پچانوے فیصد لوگوں نے اس کو بطور سرمایہ کاری کے استعمال کیا۔ اُن کی تحقیق کا خلاصہ یہ تھا:

''ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ بہت کم ایسے صارفین ہیں جو بٹ کوائن کو خالصتاً بطور آلۂ مبادلہ استعمال کرتے ہیں اور صارفین کی بہت بڑی تعداد بٹ کوائن کو سرمایہ کاری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔''

خلاصہ کلام

سائنسدان اور محققین کرپٹو کرنسی کی ماہیت کے بارے میں واضح سمجھ رکھتے ہیں۔ اسی طریقے سے علمائے کرام کی اکثریت اور مستند دار الافتاء کا بہت ہی واضح موقف ہے کہ کرپٹو کرنسی کی اپنی ذاتی خرید وفروخت یا اس کے ذریعے سے دیگر اثاثہ جات کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ علمائے کرام کے مطابق یہ فرضی وتخیلاتی نمبر شرعی طور پر ’’مال‘‘ بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ اس مضمون میں ہم نے علمائے کرام کے موقف کو مزید تقویت دینے کے لیے سائنسی حوالہ جات فراہم کیے ہیں۔ وہ دن گئے جب کرپٹو کرنسی کے بارے میں تکنیکی تفصیلات چھپائی جاسکتی تھیں۔ اب کوئی بھی کرپٹو کرنسی کی اصل ماہیت کو سمجھنے کے لیے اصل سائنسی ماخذ کو پڑھ سکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے، جیسا کہ ہمارے معزز علمائے کرام پہنچے ہیں، یعنی کرپٹو کرنسی محض **’’کھاتے (لیجر) میں فرضی نمبروں کے اندراج کی تجارت ہے‘‘** یا مزید واضح طور پر **’’مبیع کے بغیر ٹرانزیکشن کی خرید وفروخت‘‘** ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] F. Tschorsch and B. Scheuermann, "Bitcoin and Beyond: A Technical Survey on Decentralized Digital Currencies," in IEEE Communications Surveys & Tutorials, vol. 18, no. 3, pp. 2084-2123, thirdquarter 2016.

[2] FATF REPORT, Virtual Currencies Key Definitions and Potential AML/CFT Risks , June 2014.

[3] https://www.newscientist.com/definition/bitcoin/

[4] Dominic Hobson, What is bitcoin? XRDS crossroads. ACM Magazine for Students, vol. 20, Issue 1, 2013.

[5] Satoshi Nakamoto, Bitcoin: A Peer-to-Peer Electronic Cash System. Accessed: Apr 2023. [Online]. Available: https://bitcoin.org/bitcoin.pdf

[6] Harald Vranken, Sustainability of bitcoin and blockchains, Current Opinion in Environmental Sustainability, Volume 28, 2017.

[7] D. Drusinsky, "On the High-Energy Consumption of Bitcoin Mining," in Computer, vol. 55, no. 1, pp. 88-93, Jan. 2022.

[8] D. Puthal, N. Malik, S. P. Mohanty, E. Kougianos and G. Das, "Everything You Wanted to Know About the Blockchain: Its Promise, Components, Processes, and Problems," in IEEE Consumer Electronics Magazine, vol. 7, no. 4, pp. 6-14, July 2018.

[9] M. C. Kus Khalilov and A. Levi, "A Survey on Anonymity and Privacy in Bitcoin-Like Digital Cash Systems," in IEEE Communications Surveys & Tutorials, vol. 20, no. 3, pp. 2543-2585, thirdquarter 2018.

[10] Madise, Sunduzwayo, Back to the Future? Evolving Forms of Money (June 9, 2015). Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=2622080 or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.2622080

[11] V. Buterin, "A next generation smart contract and decentralized application platform", 2014. [Online]. Available: https://github.com/ethereum/wiki/wiki/White-Paper

[12] G. F. Hurlburt and I. Bojanova, "Bitcoin: Benefit or Curse?," in IT Professional, vol. 16, no. 3, pp. 10-15, May-June 2014.

[13] S. Meiklejohn et al., "A Fistful of Bitcoins: Characterizing Payments among Men with No Names" and was published in the Proceedings of the Internet Measurement Conference, 2013, ACM.

[14] "A digital signature is an electronic analogue of a written signature; the digital signature can be used to provide assurance that the claimed signatory signed the information". NIST Digital Signature Standard, U.S. Department of Commerce, 03rd February 2023. Link: https://csrc.nist.gov/projects/digital-signatures

[15] D. Yaga, P. Mell, N. Roby, and K. Scarfone, "Blockchain Technology Overview", NIST Interagency/Internal Report (NISTIR), National Institute of Standards and Technology, Gaithersburg, MD, 2018.

https://csrc.nist.gov/csrc/media/publications/nistir/8202/draft/documents/nistir8202-draft.pdf

[16] Mufti Muhammad Taqi Usmani, "An Introduction to Islamic Finance". Accessed: 31st Jan 2024.

[17] Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani, "Causes and Remedies of the Recent Financial Crisis – From An Islamic Perspective", Turath Publishing, 2014.

[18] NIST Digital Signature Standard, U.S. Department of Commerce, 03rd February 2023. Link: https://csrc.nist.gov/projects/digital-signatures

[19] Satoshi Nakamoto, "Bitcoin: A Peer-to-Peer Electronic Cash System". Accessed: Apr 2023. [Online]. Available: https://bitcoin.org/bitcoin.pdf

[20] Sarah Underwood, "Blockchain beyond bitcoin", Communications of the ACM, Volume 59, Issue 11, pp 15–17, 2016.

[21] I. Malakhov, A. Marin, S. Rossi and D. S. Menasché, "Confirmed or Dropped? Reliability Analysis of Transactions in PoW Blockchains," in IEEE Transactions on Network Science and Engineering, in Print, 2024.

[22] GERBA, E. and RUBIO, M., "Virtual Money: How Much do Cryptocurrencies Alter the Fundamental Functions of Money?", Study for the Committee on Economic and Monetary Affairs, Policy Department for Economic, Scientific and Quality of Life Policies, European Parliament, Luxembourg, 2019.

[23] https://www.eba.europa.eu/eu-financial-regulators-warn-consumers-risks-crypto-assets

[24] Kevin Davis, "Why crypto is gambling and not investing", Financial Review, Jan 2022.

[25] Dirk G. Baur, Tohmas Dimpfl, and Konstantin Kuck, "Bitcoin, gold and the US dollar – A replication and extension", Finance Research Letters Volume 25, June 2018, Pages 103-110.

[26] Ashish Rajendra Sai, Jim Buckley, Andrew Le Gear, "Characterizing Wealth Inequality in Cryptocurrencies", Frontiers in Blockchian, Volume 4 - 2021.

[27] Hossein Jahanshahloo, Felix Irresberger, Andrew Urquhart, "Bitcoin under the microscope", The British Accounting Review, 2023.

[28] Anqi Liu, Hossein Jahanshahloo, Jing Chen & Arman Eshraghi, "Trading patterns in the bitcoin market", The European Journal of Finance, 2023.

[29] Dirk G. Baur, KiHoon Hong, Adrian D. Lee, "Bitcoin: Medium of exchange or speculative assets" Journal of International Financial Markets, Institutions and Money, Volume 54, 2018

والدہ ماجدہؒ کی رحلت

مولانا طیب عبدالرزاق لدھیانوی
استاذ شاخِ جامعہ

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے قدیم وبزرگ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانویؒ کی اہلیہ، اور ہماری والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی.

حضرت والد مرحوم کا خاندان ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں آیا۔ دادا اور والد محترم گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اباجی نے نورانی قاعدہ سے ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخلہ لیا، چندسال بعد حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ نانا جان حکیم محمد الدینؒ نے اپنی اکلوتی بیٹی کے رشتہ کے حوالہ سے حضرت صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ اور حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ کو درخواست پیش کی، ان دونوں حضرات نے اباجی کا انتخاب فرمایا، تلونڈی موسیٰ خان کا ۱۵ میل سفر طے کر کے نکاح پڑھایا۔ بقیہ تعلیم مکمل کرنے کے لیے ۱۹۶۰ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا رخ کیا۔ ۱۹۷۰ء میں بنوری ٹاؤن کے قریب پلاٹ خرید کراز خود تعمیراتی کام شروع کردیا، والدہ صاحبہ نے زندگی کے ہر موڑ اور مشکلات میں والد صاحب کا بھر پور ساتھ دیا۔ مکان کی تعمیر میں والدہ صاحبہ کا بہت بڑا کردار اور ساتھ رہا ہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ بجری سیمنٹ تیار کرتیں، حضرت والد مرحوم بلاکوں سے دیواریں چنائی کرتے جاتے، اس طرح دو کمرے تیار کر کے ٹین کی عارضی چھتیں ڈال دیں۔ اسی طرح پھر رفتہ رفتہ دیگر تعمیرات مکمل کیں۔

والدہ صاحبہ کی بھی پوری زندگی قناعت، تقویٰ، طہارت اور سادگی میں ممتاز رہی۔ گھر کی صفائی ستھرائی اخیر زندگی تک از خود کرتی رہیں۔ گھر میں صفائی اور دیگر کام کاج میں جب مصروف ہوتیں اور اس دوران اذان ہوتی تو کام کاج چھوڑ کر اذان کا جواب دیتیں، آخر سانس تک کبھی بھی اذان کا جواب نہ چھوڑا، پھر دعا پڑھ کر اول وقت میں نمازوں کا اہتمام کرتیں، بلکہ ہم سب کو اس کی تاکید کرتیں، نمازِ تہجد کبھی نہ چھوڑی۔ سفر حضر میں

پوری زندگی نمازیں قضا نہ ہونے دیتیں۔ اکثر مرتبہ دیکھتا تھا کہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے پاک صاف ہوکر طہارت حاصل کرکے مصلے پر بیٹھی ہیں کہ نماز کا وقت داخل ہو نماز پڑھ لوں، اسی طریقہ سے مسواک جیسی عظیم سنت پر عمل پیرا رہیں۔ آنکھوں میں سرمہ پوری زندگی سوتے وقت لگاتی رہیں۔ نمازِ اشراق، نمازِ چاشت، نمازِ اوابین، صلاۃ التسبیح اپنے اپنے وقت پر ادا کرتی رہیں، آخری عمر تک نوافل نہ چھوڑے۔ دنیا کا کوئی کام کرنا ہوتا مثلاً آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، کھانا تیار کرنا حتیٰ کہ جھاڑو لگانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتیں، جب بھی گھر میں داخل ہوتیں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتیں اور بلند آواز سے سلام کرکے گھر میں داخل ہوتیں، ہمیشہ کہتیں کہ بلند آواز سے سلام کرنے سے گھر میں فرشتے جواب دیتے ہیں۔ مسنون دعاؤں کا اہتمام ہمیشہ رہا۔

والدہ صاحبہ کو مارکیٹ اور بازار جانا پسند نہیں تھا، تمام تر ضرورتیں الحمدللہ گھر ہی میں پوری ہوتی رہیں، حتیٰ کہ ایک عرصہ تک صابن، سرف وغیرہ گھر ہی میں بناتے رہے۔ اسی طریقہ سے والدہ صاحبہ نے آخری عمر تک برقعہ، پردہ کا اہتمام رکھا۔ فارغ اوقات میں قرآن کریم پڑھ کر صدقہ خیرات کرکے دیگر وظائف اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ اپنے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کرتی رہتیں۔ قرآن کریم کے آخری دو سپارے حفظ کرچکی تھیں، باقی ناظرہ قرآن کریم بہت عمدہ پڑھتی تھیں۔ حضرت والد صاحبؒ نے بہشتی زیور سبقاً سبقاً سمجھا دیا تھا۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کو مدِنظر رکھتے ہوئی برائی کو روکتیں، اچھائی کا حکم دیتی رہیں، حتیٰ کی اس بیماری والی کیفیت میں بھی ہسپتال کی نرسوں کو شرعی پردے کا حکم دیتی رہیں، ناخن بڑے اور ناخنوں میں نیل مالش دیکھ کر والدہ صاحبہ سے رہا نہ جاتا، وہاں بھی خوب تعلیم دیتی رہیں۔

آخر وقت میں قبر کی ہولناکی کا تذکرہ کرتیں، ڈاکٹر کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو چھپا لیتیں اور چہرہ ڈھانپ لیتیں۔ حضرت والد صاحبؒ کی وصیتوں میں ایک وصیت یہ تھی کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد اپنی امی جان کا دامن نہ چھوڑنا، خوب خدمت کرتے رہنا۔ الحمدللہ! وصیت پر عمل کرتے ہوئے بھائی، بہنوں نے خدمت اور علاج معالجہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ امی جانؒ دل کی بہت غنی تھیں۔ ہر ماہ جامعہ میں طلبہ کے لیے صدقۂ نافلہ بھجواتی تھیں۔ ہر دو جمعہ بعد مجھے کچھ رقم دیتیں کہ آپ قبرستان جاکر گورکن کو دے آئیں کہ وہ اباجیؒ کی قبر کی صفائی ستھرائی رکھتا ہے، اس کا حق ہے۔ حضرت والد صاحبؒ کے رہن سہن، مزاج، گفتار، طور طریقہ میں بہت حد تک مماثلت رہی۔ تقریباً ایک سال پہلے پتہ کی بیماری ظاہر ہوئی، اسی بیماری نے جگر، پھیپھڑے اور معدہ کو متاثر کیا۔ پیٹ کی بیماری میں جو شخص مبتلا ہو اور اسی حالت میں موت آجائے حدیث شریف کی رو سے وہ شہادت کا درجہ پاتا ہے۔ الحمدللہ اعمال والی زندگی اور کلمہ توحید والی موت نصیب ہوئی۔

قارئین سے التماس ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ میرے والدین کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین!

روزہ، اعتکاف اور عید سے متعلق چند اہم مسائل و احکام

ادارہ

کان، ناک، آنکھ وغیرہ میں دوا ڈالنے اور انجکشن لگانے سے روزے کا حکم!

سوال

❶-کیا روزے کے دوران شوگر چیک کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟
❷-کیا روزے کے دوران انسولین کا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟
❸-کیا روزے کے دوران گلوکوز کا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟
❹-کیا روزے کے دوران کان کے ڈراپ، ناک میں اسپرے اور آنکھوں کے قطرے استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟
❺-روزے کے دوران اگر شوگر کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں روزہ توڑا جائے تو کفارہ یا قضا کیا ہوگا؟ (ایک روزہ یا ساٹھ روزے؟)
❻-کیا حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی عورتیں روزہ رکھ سکتی ہیں؟ سائل: فرخ

جواب

❶-شوگر کے مریض کے لیے روزہ کے دوران جسم سے خون نکال کر ٹیسٹ کروانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ ٹیسٹ کے لیے جسم سے خون نکالا جاتا ہے، منفذ (قدرتی راستے) سے جسم میں کوئی چیز داخل نہیں کی جاتی اور خون نکلنے یا نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

❷، ❸ - انسولین چونکہ کھال میں لگانے کا انجکشن ہے اور روزہ کی حالت میں گوشت میں انجکشن

لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے روزہ کی حالت میں انسولین لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔ اسی طرح گلوکوز کا انجکشن لگانا روزہ کو فاسد نہیں کرتا، البتہ گلوکوز کا انجکشن بلاضرورت طاقت کے لیے چڑھانا مکروہ ہے۔

❹- کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق کان میں ڈالی ہوئی دوا دماغ میں براہِ راست یا بالواسطہ معدہ میں پہنچ جاتی ہے، جس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

اسی طرح ناک میں اسپرے کرنے سے اور تر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، البتہ اگر اتنی کم مقدار میں اسپرے کی جائے جس سے یقینی طور پر دوا اندر جانے کا خدشہ نہ ہو، بلکہ دوا ناک میں ہی رہ جاتی ہے تو ایسی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ البتہ کان اور ناک میں دوا ڈالنے کی صورت میں اگر روزہ فاسد ہوجاتا ہے تو صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

روزہ کی حالت میں آنکھ میں قطرے ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ روزہ دار اس دوا یا قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے۔

❺- روزہ کے دوران اگر شوگر کم یا زیادہ ہونے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو ایسی صورت میں صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

❻- حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) پر بھی روزہ رکھنا فرض ہے، روزہ رکھ سکتی ہیں، البتہ اگر حاملہ یا مرضعہ کو اگر کوئی ایسی نوبت پیش آجائے کہ اس سے اپنی جان یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ بہتر ہے۔ الغرض روزہ رکھیں، دودھ پلانے یا کسی اور عذر سے روزہ نہ رکھ سکیں تو آئندہ قضاء لازم ہے۔ واضح رہے کہ روزے کے دوران بچوں کو دودھ پلانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ دودھ پلانے سے کوئی چیز اندر نہیں جاتی، بلکہ باہر آتی ہے، باہر آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مصلّٰی میں نفلی اعتکاف کرنے کا حکم

سوال

مصلّٰی میں نفل اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے؟ یعنی ایسی جگہ ہے جہاں پانچ وقت نماز اور جمعہ وغیرہ ادا کی جاتی ہے۔

جواب

واضح رہے کہ مردوں کے لیے ایسی مساجد میں سنت اور واجب اعتکاف کرنا شرط ہے جہاں امام و

مؤذن مقرر ہو، ایسی مساجد کے علاوہ مصلّوں اور گھروں میں اعتکاف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں، اگر مرد گھر میں یا مصلّی میں اعتکاف کرے گا تو اس کا اعتکاف درست نہیں ہوگا، البتہ صورتِ مسئولہ میں نفل اعتکاف مصلّی میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ ’’تبیین الحقائق‘‘ میں ہے:

’’إن الاعتكاف الواجب لا يجوز في غير مسجد الجماعة والنفل يجوز.‘‘

(تبيين الحقائق، كتاب الصوم، باب الإعتكاف، ج:۱، ص:۳٤۹، ط:دار الكتاب الإسلامي)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144508100110 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

خواتین کے اعتکاف میں جگہ کی تعیین کی حیثیت

سوال

عورت نے اعتکاف کرنے سے پہلے اپنے کمرے، دالان اور صحن کی بھی نیت کر لی تھی کہ خدانخواستہ اگر طبیعت ایک کمرے میں گھبرائی تو کھانے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کرلے گی، تو کیا خاتون کا یہ نیت کرنا صحیح تھا؟ نیز اگر خاتون اسی نیت کی وجہ سے صحن میں چلی گئی تو کیا اعتکاف ٹوٹ گیا؟ اگر اعتکاف ٹوٹ گیا تو اُسے باقی دنوں میں قضاء کر سکتی ہے یا رمضان کے گزرنے کا انتظار کرے؟

جواب

خواتین کے لیے گھر کی اس جگہ میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے جو نماز اور ذکر و تلاوت کے لیے مختص ہو اور اگر ایسا کوئی مقام گھر میں مختص نہ ہو تو گھر کے کسی گوشہ پر جائے نماز بچھا کر اور اپنا بستر لگا کر متعین کرنا شرعاً ضروری ہوگا، اس تعیین کے بعد مذکورہ مقام اعتکاف کرنے والی خاتون کے حق میں شرعاً مسجد کے حکم میں ہوگا، جہاں سے بلا ضرورت نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، نیز اعتکاف صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کسی مخصوص جگہ کی نیت کی جائے، جگہ کی تعیین کے بغیر مختلف جگہ کی نیت کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت نے جس کمرے کی نیت کی تھی اس میں اعتکاف کرنا تو صحیح تھا، لیکن گھر کے صحن اور دالان کی نیت درست نہیں تھی، اور بغیر کسی شرعی عذر کے کمرے سے باہر نکلنے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

نیز اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں رمضان یا رمضان کے علاوہ کسی بھی دن ایک روزہ کے ساتھ صرف ایک دن کا اعتکاف کرنے سے قضا پوری ہو جائے گی۔ البتہ عید الفطر کے دن اور ایامِ تشریق (۱۰ تا ۱۳ ذوالحجہ) میں قضا نہ کرے، کیوں کہ ان پانچ ایام میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ ’’فتاویٰ ہندیہ‘‘ میں ہے:

’’والمرأة تعتكف في مسجد بيتها إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في

حقّها كمسجد الجماعة في حقّ الرّجل لا تخرج منه إلّا لحاجة الإنسان.‘‘

(كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف: ۱ / ۲۱۱، ط: دار الفكر)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144209201929 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

اعتکاف کے دوران ناخن، زیرِ ناف بال کاٹنے اور غسلِ جمعہ کا حکم

سوال

کیا اعتکاف کے دوران ناخن اور زیرِ ناف بال کاٹ سکتے ہیں؟ اعتکاف میں جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب

اعتکاف کے دوران مسجد میں ناخن کاٹنے کی اجازت ہے، لیکن احتیاط رہے کہ ناخن وغیرہ مسجد کی حدود میں نہ گرنے پائیں۔ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے تمام غیر ضروری بالوں کی صفائی کر لینی چاہیے، اور اگر کسی کے چالیس دن اعتکاف کے دوران مکمل ہو رہے ہوں تو ایسے شخص کے لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ہی صفائی کر لینا ضروری ہے، تاہم اگر کسی نے صفائی نہ کی ہو اور دورانِ اعتکاف چالیس دن مکمل ہو جائیں تو اس کے لیے صفائی کے لیے بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے دوران بالوں کی صفائی کی اجازت ہوگی، تاہم صفائی کے نام پر بلا ضرورت زائد وقت بیت الخلاء وغیرہ میں گزارنے کی اجازت نہ ہوگی، البتہ وہ افراد جن کے چالیس دن مکمل نہ ہوئے ہوں ان کے لیے زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے لیے جانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی، اگر کوئی چلا گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اعتکاف کے دوران معتکف کے لیے طبعی یا شرعی ضرورت کے علاوہ کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، غسلِ جمعہ نہ طبعی ضرورت میں شامل ہے اور نہ ہی شرعی ضرورت میں، لہٰذا مسنون اعتکاف میں صرف جمعے کے غسل کے لیے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

’’(وأما مفسداته) فمنها الخروج من المسجد فلا يخرج المعتكف من معتكفه ليلا ونهارا إلا بعذر، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- كذا في المحيط. سواء كان الخروج عامدا أو ناسيا هكذا في فتاوى قاضي خان.‘‘ (كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف: ۱/ ۲۱۲، ط: رشيدية)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144409101589 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

اعتکاف میں بیت الخلاء جاکر سگریٹ پینا

سوال

اعتکاف کی حالت میں بیت الخلاء جائے اور وہاں پر سگریٹ پیے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب

''بیت الخلاء'' خواہ گھر کا ہو یا مسجد کا، اس میں کھانا، پینا مکروہ ہے، مسجد کے بیت الخلاء میں اس کی کراہت اور بھی زیادہ ہوجائے گی کہ سگریٹ وغیرہ کی بدبو دیگر لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے گی، اور نیز بیت الخلاء جنات اور شیاطین کی آماجگاہیں ہیں، اس میں سگریٹ پینے کے لیے رُک کے رہنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

''شرح البخاری'' میں ہے:

''و من آدابه أن لایأکل و لایشرب في الخلاء.''

(شرح البخاري للسفيري: ٣٢٢/ ٢، ط:دارالفكر)

باقی معتکف بیت الخلاء میں استنجا کرنے کے بعد اگر سگریٹ پینے کے لیے رکا رہا تو اس سے اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا، البتہ اگر معتکف نے طبعی حاجت کے لیے بیت الخلاء جاتے ہوئے یا اس کا انتظار کرتے ہوئے یا حاجت کے دوران سگریٹ پی لی تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144209201729 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

عید کے دن کیے جانے والے مختلف اعمال اور ان کی شرعی حیثیت

سوال

❶-عید کے دن لوگوں کا مسجد میں ایک دوسرے کو مبارک باد دینا اور معانقہ کرنا کیسا ہے؟ جبکہ یہ کام رسم سمجھ کے کرتے ہیں، نہ کہ ثواب اور عبادت سمجھ کے۔

❷-عید کے دن لوگ قبرستان جانے کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

❸-اسی طرح عید کے دن حسبِ استطاعت کوئی بکرا ذبح کرتا ہے، کوئی مٹھائیاں تقسیم کرتا ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

❹-عید سے چند ماہ پہلے جس کے گھر فوتگی ہوئی ہو وہ عید کے دن خوشی نہیں مناتے اور اس شخص کی فوتگی

کا غم مناتے ہیں، ان کا یہ کرنا کیسا ہے؟

❺-عید کے دن جو عیدی دی جاتی ہے، اس کا دینا کیسا ہے؟

جواب

❶-عید کے موقع پر ایک دوسرے کو مبارک باد دینا یعنی عید مبارک کہنا خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر، یہ جائز بلکہ مستحب عمل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو یہ دعا دیتے تھے کہ: ''تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکُمْ صَالِحَ الْأَعْمَالِ''، لیکن ایسا کرنا لازم یا واجب نہیں، لہٰذا اس کو لازم اور ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

باقی عید کے موقع پر عید کی مبارک باد دینے کے لیے گلے ملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ سے ثابت نہیں؛ لہٰذا اس کو ثواب سمجھ کر گلے ملنا بھی بدعت ہے، البتہ اگر کوئی لازم نہ سمجھتے ہوئے مل لے تو حرج نہیں۔

البتہ عید کی نماز کے بعد تمام لوگوں کا سلام پھیرتے ہی آپس میں گلے ملنا شرعاً ثابت نہیں، نیز بعض اوقات مسجد کی بے ادبی کا باعث ہوتا ہے، جس سے مسجد میں شور وشغب ہوتا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

❷-عید کا دن خوشی اور مسرت کا ہوتا ہے، بسا اوقات خوشی میں مصروف ہو کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے اور زیارتِ قبور سے آخرت یاد آتی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص عید کے دن قبر کی زیارت کرے تو مناسب ہے، کچھ مضائقہ نہیں؛ لیکن اس کو لازم اور ضروری سمجھنا خواہ یہ التزام عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے، درست نہیں؛ نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارتِ قبور نہ کرے تو اس پر طعن کرنا یا اس کو حقیر سمجھنا درست نہیں، اس حوالے سے احتیاط لازم ہے۔

❸-عید کا دن خوشی کا دن ہوتا ہے، اگر کوئی اپنی استعداد کے مطابق بکرا وغیرہ ذبح کر کے عزیز و اقارب کی دعوت کرتا ہے یا مٹھائی تقسیم کرتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

❹-شرعاً بیوہ کے علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ منانا کسی کے لیے جائز نہیں، اگر وفات کو تین دن ہو چکے ہوں تو معمول کے مطابق عید کی خوشی اور دیگر امور انجام دینے چاہئیں، چالیسویں اور پہلی عید وغیرہ تک سوگ منانے کی روایت غیر اسلامی ہے۔

❺-لازم سمجھے بغیر محض خوشی کے اظہار کے لیے بچوں کو عیدی دینے کی حیثیت تحفہ کی ہے۔

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144408101629 دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

نَقدُ و نَظَر

ادارہ

استعارۂ علم و عمل (یادگار اشاعت بیاد: مولانا محمد قاسم العباسیؒ)

باہتمام: مولانا محمد خالد عباسی صاحب۔ صفحات: ۸۷۵۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارۃ العباسیۃ للنشر والتوزیع، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0333-2972550

زیرِتبصرہ کتاب مولانا محمد قاسم العباسیؒ (سابق مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ عباسیہ وامام وخطیب جامع مسجد شہزادہ) کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک مجموعہ ہے۔ مولانا مرحوم جامعہ بنوری ٹاؤن کے فاضل تھے۔ کتاب میں اکابر واصاغر کے مضامین پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوفؒ کئی خوبیوں کے حامل تھے، بالخصوص ایک بااُصول اور اچھے منتظم تھے۔ سیکھنے والوں کے لیے اس اشاعتِ خاص میں بہت کچھ ہے۔ کتب کے تمام اساتذہ کے نام، تمام شیوخ وسندات وغیرہ کا تذکرہ اس کتاب کی نمایاں خوبیوں میں سے ہے۔

مگر کتاب میں لفظی اور تعبیری تصحیحات کا اہتمام نہیں کیا گیا، علاماتِ ترقیم کا تو بالکل بھی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ پوری کتاب کی تمام عبارات کا فونٹ کشیدہ رکھا گیا ہے، اس سے جہاں کتاب کا ظاہری حسن متأثر ہوا ہے، وہاں کتاب کی ضخامت بھی دوگنی ہوگئی ہے، یہ انداز محض عناوین اور اشتہارات میں چل جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں اگر فونٹ کو کشیدہ نہ کیا جاتا تو چارسو صفحات سے زیادہ ضخامت نہ ہوتی اور اس قدر گرانی کے دور میں بے جا صفحات کا بوجھ ادارہ کو برداشت نہ کرنا پڑتا۔ کئی صفحات محض چند سطروں پر مشتمل ہیں۔ جن ملکوں اور شہروں میں مولانا موصوفؒ کے اسفار ہوئے ان کے ناموں کے لیے سات صفحات مختص کیے گئے ہیں، ایک سطر میں ایک ملک یا شہر کا نام لکھا گیا ہے، باقی پوری سطر خالی ہے۔ اس طرح پورے سات صفحات صرف کیے گئے ہیں، جبکہ یہ تمام نام ایک صفحہ میں بھی آسکتے تھے۔

غالباً کتاب کی تیاری میں باذوق اہلِ فن سے مشاورت نہیں کی گئی اور نہ کسی اچھے مصحح سے تصحیح کروائی گئی ہے۔ بہتر ہوتا کہ دیر سویر برداشت کرلی جاتی، مگر کام اچھا کروالیا جاتا۔

بہرحال ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحومؒ کی تمام خدمات کو قبول فرمائے، آمین

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....